حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

ہمارا عقیدہ

جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص معہ اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ اُن حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی کے دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افتراء نہیں کرسکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بناء رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے اور جس خدائی کلام یعنی قرآن مجید کو پنجہ مارنا حکم ہے، ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر ''حسبنا کتاب اللہ'' ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی طرح اختلاف اور تناقص کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور روز حساب حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرّہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ پر ایمان رکھیں کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں'' اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم اور صلوۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں۔ ان سب کا ماننا فرض ہے اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افتراء کرتا ہے۔ قیامت میں ہمارا اس پر دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں۔ (ایام الصلح صفحہ ۹۵-۹۶)

اداریہ

صفائی نصف ایمان ہے

صفائی نصف ایمان ہے۔ صفائی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ صفائی جس کے بارے میں قرآن مجید کہتا ہے کہ قرآن مجید کو نہ چھوئے مگر وہ جو پاک ہے۔ مطلب یہ کہ صفائی ظاہری اور باطنی دونوں کی تعلیم دین اسلام نے دی ہے۔ پاکیزہ لوگ ہی قرآن مجید کے گلشن سے پاکیزہ خوشبو پاتے ہیں۔ ہم اپنی عبادات پر جب غور کرتے ہیں تو سب سے پہلی اور اہم عبادت نماز نظر آتی ہے۔ نماز ہمیں دونوں طرح کی صفائی کا احساس دلاتی ہے۔ نماز کے لئے پہلے ہم وضو کرتے ہیں جس سے جسمانی طہارت ہوتی ہے پھر صاف جگہ کا انتخاب کرتے ہیں جس سے صفائی پسندی کی عادت پڑتی ہے۔ دین اسلام ہمیں ہر وقت ہر لحاظ اور ہر جگہ پر صفائی کا حکم دیتا ہے مگر افسوس اور بڑے ہی دُکھ سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ آج ہم صفائی سے بہت دُور ہو چکے ہیں۔ پھل کھانے کے بعد چھلکا سرِ راہ پھینک دینا، جلتی ہوئی سگریٹ بن دیکھے، بے خیالی میں کہیں بھی پھینک دینا یہ وہ چیزیں ہیں جو انسانیت کے لئے تکلیف دہ ہیں۔ پھل کے چھلکے سے کسی کا بھی پاؤں پھسل سکتا ہے اور گہری چوٹ آنے سے کوئی بھی تکلیف میں مبتلا ہو سکتا ہے اور چھلکوں کے بہت زیادہ دیر پڑے رہنے سے اُن سے اُٹھنے والا تعفن اور بدبو ماحول پر انتہائی مظر اثرات ڈالتی ہے اور اسی طرح لاپرواہی سے پھینکا گیا سگریٹ اگر خشک پتوں یا کاغذ کے ٹکڑوں پر گرا تو اس سے آگ لگنے کا خدشہ ہے۔ ہمیں ان چیزوں سے بچنا چاہیے۔ یہ عام سی باتیں ہیں جن پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں ہے۔ جب کہ ہمیں ہمارے دین نے بھی یہی سکھایا ہے کہ راہ چلتے اگر آپ کو راستے میں کوئی پتھر پڑا ہوا بھی نظر آئے تو اس کو ہٹا دینا چاہیے تا کہ کسی راہ گیر کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ اسی طرح جیسے ہم اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو صاف رکھتے ہیں وہاں ہمیں اپنے گلی محلے کو بھی صاف رکھنا چاہیے۔ اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہم اپنے گھر کی صفائی کرنے کے بعد کوڑا باہر گلی میں پھینک دیتے ہیں۔ اس وقت ہم یہ نہیں سوچتے کہ اس گزرگاہ سے جہاں دوسرے افراد نے گزرنا ہے وہیں آپ اور آپ کے عزیز و اقارب کو بھی گزرنا پڑ سکتا ہے۔ کیا ہم کبھی اپنے لئے پسند کریں کہ ہم گندگی والی جگہ یا کیچڑ والے راستے سے گزریں۔ پھر دوسروں کے لئے ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ ہمیں اپنے ملک کو صاف ستھرا دیکھنے کا شوق ہے اور صاف ستھری جگہوں کو دیکھ کر ہمیں دِلی خوشی محسوس ہوتی ہے ہم میں سے ہر کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا ملک جو ایک پاک نام سے بنا ہے وہ ظاہری اور باطنی گندگیوں سے پاک ہو تو اس کے لئے عملی طور پر کوشش آپ کو اپنے آپ سے کرنی ہوگی۔ اپنی صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے گھر کو بھی صاف رکھنا ہوگا اور اپنے گھر کو صاف رکھتے ہوئے اپنے گلی محلے کو ہرگز گندہ نہیں کرنا ہوگا۔ تبھی جا کر ہم اپنی خواہش میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں سرسبز و شاداب سرزمین سے نوازا ہے۔ جس میں دریاؤں کے ساتھ ساتھ نہریں اس ملک کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہی ہیں۔ مگر شہروں سے گزرنے والی خوبصورت نہریں ہماری غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے گندے نالوں کا عکس پیش کرتی ہیں۔ بعض جگہ صرف گند اور کوڑا کرکٹ کو ہی نہروں میں نہیں پھینکا جاتا بلکہ سیوریج کا پانی بھی ہم اس میں پھینک رہے ہیں۔ حکومتی سطح پر جو عوامی نمائندے ہیں وہ بھی اس ساری صورت حالت پر خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ جبکہ ان کے فرائض میں یہ بات ترجیحاً ہونی چاہیے۔ بالخصوص بچوں کے کھیلنے کی جگہیں انہیں ہمیشہ صاف اور سرسبز ہونا چاہیے، ماحول کی صفائی انسانی صحت پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں ہمیں سبزہ اور صفائی ان کی اولین ترجیحات میں نظر آئے گی۔ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور ضرورت وقت بھی۔ ہم انفرادی طور پر صفائی کا اہتمام کرنا شروع کریں اور پھر اس کو ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیں۔

جماعتِ احمدیہ دعوت الٰہی کی داعی اور اسمِ احمدؐ کی مظہر ہے

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 26 دسمبر 2015ء بمقام جامع دارالسلام

''اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے''

ترجمہ: '' وہ لوگ جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوائے کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ حساب لینے والا بس ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔'' (سورۃ الاحزاب ۳۳ آیت ۳۹۔۴۰)

اس سورۃ کا ترجمہ سن کر ہم اگر جائزہ لیں تو اس کے معنی بہت آسان ہیں۔ **اس میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کے پیغاموں کو پہنچاتے ہیں اور ہمارا بھی یہی دعویٰ ہے کہ ہم اللہ کے پیغام کو پہنچانے والوں میں سے ہیں۔** گو کہ بہت سے لوگ کئی پہلوؤں سے ہم سے سبقت لے گئے ہیں مثلاً دوسری جماعتیں بھی لاتعداد قرآن چھپوا کر دنیا میں پہنچاتی ہیں۔ **لیکن اسلام کا صحیح پیغام وہی پہنچا سکتا ہے جس کے ذمے اللہ تعالیٰ نے یہ کام لگا رکھا ہو۔ اس لئے ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ لوگ جو پیغاموں کو پہنچانے والے ہیں وہ جماعت احمدیہ لاہور ہی ہے کیونکہ یہ ایک مامور کی جماعت کہلاتی ہے۔**

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس نے ہمارے ذمے یہ کام لگا رکھا ہے وہ ہی ہمیں اپنا فرض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جب انسان اُن اصولوں کو چھوڑ دیتا ہے اور اس مقصد کو بھول جاتا ہے کہ **اس جماعت کو متقیوں کی جماعت بنانے اور اس کی بنیاد تقویٰ پر رکھنے اور اسلام کو پھیلانا ہے** تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم تقویٰ کو کتنی اہمیت دیتے ہیں اور اللہ کے پیغام کو پہنچانے میں ہم سب کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟ آیا ہم یہ کردار ادا کر بھی رہے ہیں کہ چند لوگ اِس ملک میں اور چند لوگ اُس ملک میں اپنے ذمے یہ کام لیے ہوئے ہیں اور باقی لوگ اپنی اپنی آرام دہ کرسیوں پر بیٹھ کر ان کو دیکھ رہے ہوتے ہیں اور وقتاً فوقتاً محض تنقید کر رہے ہوتے ہیں۔

جو لوگ سالانہ دعائیہ میں شرکت سے محروم رہ جاتے ہیں وہ خوب جان لیں کہ ہر ایک بات جو یہاں کہی جاتی ہے وہ اپنے اندر ایک عظیم الشان طاقت رکھتی ہے جس کی وجہ سے ہماری زندگیاں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ چاہے وہ بات ملفوظات میں کہی جائے، چاہے وہ بات کسی تقریر میں کہی جائے، چاہے وہ بات درس میں کہی جائے یا اس دعائیہ کے دوران کسی اجلاس میں سنائی جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم کسی نشست سے غیر حاضر نہ ہوں ورنہ ہم اس موقعہ کو کھو سکتے ہیں جس میں وہ تبدیلی واقعہ ہو سکتی ہے یہی سالانہ دعائیہ کا اصل مقصد ہے۔ یہ دعائیہ ہم سب کے لئے ہے اور ہر فرد کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ہر نشست میں شامل ہو۔ علاوہ ازیں صرف وہ لوگ جو پیغام لے کر جائیں گے ان میں تبدیلیاں آ جائیں گی۔ وہ بیج جو آپ کے دل کو جگا دینے والا تھا اور جس کے لئے آپ کا دل زرخیز تھا اور وہ بیج صبح کے درس میں بو دیا گیا ہو اور آپ حاضر نہ ہوں تو آپ اس برکت سے محروم رہ جائیں گے۔

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ نے اُس دعائیہ کو کامیاب قرار دیا ہے جس میں ایک انسان بھی تبدیل ہو جائے۔ کیا معلوم ہے کہ وہ ایک شخص صبح کے درس میں سو یا رہ جائے اور وہ تبدیل نہ ہو۔ میری دعا ہے کہ ہر کوئی تبدیل ہو جائے۔ آمین

ایسی قوم بننے کے لئے ہر نوجوان، ہر شخص، ہر مرد و عورت کو محنت کرنی پڑے گی، اپنی اپنی طاقت کے مطابق کردار ادا کرنے کا تہیہ کرنا پڑے گا۔ یہ چند آدمیوں کا کام نہیں، **ہر ایک احمدی جو اس سلسلہ کا فرد ہے اس کا کام ہے کہ اس سلسلہ**

کو آگے بڑھائے۔

مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس بات کا فیصلہ نہ کر لے کہ بس اس قوم کو بہت آزما لیا اور نئی قوم آنی چاہیے۔ ہم پر دین پھیلانے کا فرض ڈالا گیا ہے اور ہم ہی وہ واحد لوگ رہ گئے ہیں جو ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتے ہیں۔ اگر یہ **قوم ضائع ہوتی ہے تو ساتھ ہی ختم نبوت کا صحیح مفہوم بھی ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ کچھ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی مانتے ہیں اور کچھ لوگ پرانے نبی کے واپس آنے کے انتظار میں ہیں۔**

امسال دعائیہ کی خاص اہمیت

آج کا دعائیہ بہت بابرکت ہے۔ جیسے بہت سے مقررین نے اپنی تقاریر میں کہا کہ ہم آج ربیع الاوّل کے دن یہاں جمع ہیں اور یہ سال روحانیت کے لئے زرخیز سال ہے کیونکہ یہ وہ سال ہے جو ہر 33 سال کے بعد آتا ہے کہ عید میلادالنبیؐ سال میں دو مرتبہ آئے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ 24 دسمبر 2015ء کو عید میلادالنبیؐ ہے جیسے کہ اسی سال 3 جنوری 2015ء بھی تھی۔ یاد رکھیں جو منہ سے کہہ دیتے ہیں اور عمل نہیں کرتے وہ منافق کہلاتے ہیں۔ اگر ہم کہہ دیتے ہیں مثلاً ہم اللہ اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں لیکن وہ عمل نہیں کرتے جو اللہ کو اور آخرت کے ماننے والوں کو کرنا چاہیے تو پھر ہم سے بڑا منافق کون ہوگا؟ اسی طرح ہم بھی منافقت کرتے ہیں اگر ہم اپنے دین کی بیعت لیتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں۔ اسلام میں داخل ہوتے وقت کلمہ پڑھتے ہیں اور شرک سے اپنے دلوں کو بھرا رکھتے ہیں۔ **بیعت لیتے وقت ہم پچھلے گناہوں کی توبہ کر لیتے ہیں اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی قسم اٹھا لیتے ہیں اور نیکیاں جو تمام تقویٰ کہلاتی ہیں ان کو کرنے کا ہم فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر عمل کرتے وقت ہمیں کیا ہو جاتا ہے؟ کیا یہ صرف ظاہری بیعت ہے؟**

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں

ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نبوتوں کو ختم کرنے والا نبی سمجھتے ہیں۔ کیا ہم ان کی تعلیم پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟ اس کے متعلق بھی سوچیں۔ اگر ہم اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو کیا ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام جو "احمدؐ" ہے۔ اُس نام کے مفہوم کو سمجھتے ہیں اور کیا ہم اُس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں؟

اسمِ احمدی احمدؐ کا مظہر ہے

حضرت مرزا صاحب اپنی کتاب "اربعین" میں فرماتے ہیں:

"تم اسمِ احمدؐ کے مظہر ہو۔ سو چاہیے کہ دن رات خدا کی حمد و ثناء تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو اور **تم کامل طور پر خدا کی کیونکر حمد کر سکتے ہو۔ جب تک تم اس کو رب العالمین یعنی تمام دنیا کا پالنے والا نہ سمجھو۔**"

خدا کی پہلی صفت قرآن کریم میں رب العالمین ہے۔ آج کل لوگ اپنے ناموں کے ساتھ لیبل مثلاً حاجی وغیرہ لگانے کے لئے کیا کچھ نہیں کرتے۔ تو رب العالمین کو جب تک ہم نہ سمجھیں تو پھر ہم کیسے خدا کی تعریف کر سکتے ہیں۔ رب **العالمین ایسا لفظ ہے جس میں تمام چیزیں آجاتی ہیں کیونکہ وہ سب کا رب ہے چاہے وہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے ہی کیوں نہ ہو۔** حال ہی میں مَیں نے پڑھا کہ آج کل ملک شام جہاں لڑائی ہو رہی ہے، اِن لاتعداد آدمیوں میں سے ایک آدمی ایسا بھی تھا جو مسلمان تھا اور اپنی جان بچانے کے لئے جا رہا تھا تو راستے میں ایک درخت کے پاس ایک چھوٹی سی بلی دکھائی دی اس نے اس کو اُٹھایا اور واپس لڑائی والی جگہ پر آ گیا اور اپنے ساتھ تہیہ کیا کہ میں ان جیسے تمام حیوانات کا خیال کروں گا جن کے مالک ان کو جنگ کی وجہ سے چھوڑ کر جا چکے تھے۔ وہ آدمی جو اپنی جان بچا کر دوسرے ملک نہیں بھاگا بلکہ بے زبان جانوروں کے لئے وہاں رُک گیا اور کہا! اللہ تعالیٰ مجھے ان حیوانات کی خاطر زندہ رکھے۔ کیا یہ انسان رب العالمین کو زیادہ مانتا ہے یا ہم؟

ہم جب اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں تو پھر ہمیں وہ عمل کرنے چاہئیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیں۔ میں اپنی تقریر ختم کرنے سے پہلے چند

نقاط یاد رکھنے کے لئے دیتا ہوں کہ احمدؐ کی صفات اپنانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کن مراحل میں سے گزرے؟ آپؐ نے کیا کیا کیا؟
اور پھر ہم سوچیں کہ ہم اپنے آپ کو احمدی تو کہتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ یہ وہ جماعت ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ پر چلنے والی ہے۔اس پر تو ہم سب متفق ہیں کہ **حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے وہ کر دکھایا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کے مطابق تھا اور اُن کی اس وقت کی تیار کردہ جماعت نے بھی یہی نمونہ اپنایا اور وہ اولیاء اللہ بن گئے۔**

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ **یاد رہے کہ احمدی نام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ''احمدؐ'' کے نام پر رکھا گیا۔''احمدؐ'' کی صفات اپنے اندر ڈالو ورنہ کیوں اپنے آپ کو ''احمدی'' کہو۔** ہم احمدی کہلانا چاہتے ہیں لیکن ہم اصولوں کی پابندی نہیں کرنا چاہتے۔

آئیں ہم مختصراً اُن نقاط کا جائزہ لیں جو احمدؐ کا اسوۂ حسنہ اور اعلیٰ نمونہ تھے:

اپنے ایمان کو درست کرو۔اپنے دل پاک کرو۔اپنے مولا کو راضی کرو۔یہ دنیا مسافر خانہ ہے اپنے اصلی گھر کو یاد رکھو۔اس زمانہ کے زہریلے اثروں سے بچو۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف رکھو۔کینہ اور بغض سے پاک ہو جاؤ۔مخلوق کے ہمدرد رہو اور کوئی فریب اور دھوکہ تمہاری طبیعت میں نہ ہو۔**تم اسم احمدؐ کے مظہر ہو سو چاہیے کہ دن رات خدا کی حمد و ثناء تمہارا کام ہو اور خادمانہ حالت میں جو حامد ہونے کے لئے لازم ہے اپنے اندر پیدا کرو۔خدا کی حمد کا حق تب ہی ادا ہوسکتا ہے جب تم اللہ کو رب العالمین یعنی دنیا کا پالنے والا سمجھو۔** اللہ نے اپنا کلام اس صفت سے شروع کیا ہے۔احمد اسی کو کہتے ہیں جو خدا کی بہت تعریف کرنے والا ہو۔

کسی کی تعریف کرنے کے لئے لازم ہے کہ اس کی تعرف اپنی وجود میں بھی پیدا کی جائے جیسے کہ اللہ تو سبحان ہے، تو عظیم ہے، تو اعلیٰ ہے۔ہمیں بھی توفیق عطا فرما کہ ہم بھی عظمت کا سفر اختیار کریں کیونکہ **جو منہ سے کہتا ہے اور کرتا نہیں وہ منافق ہے۔** اس لئے وہ دین کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے۔**حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آپ بھی کمزوروں کی ربوبیت کرو، تم شان احمدیت کے ظاہر کرنے والے ہو لہٰذا اپنے ہر ایک بے جا جوش پر موت وارد کرو۔**

دعائیہ کا مقصد

اس دعائیہ کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعے ہم یہاں بیٹھ کر دین کی باتیں سنیں، دلوں میں دین کا شوق پیدا کریں۔اس کے ذریعہ ہم میں برداشت اور قربانی کا جذبہ پیدا ہوگا۔مخالفت کے باوجود ہم سب یہاں موجود ہیں۔اس لئے اللہ پر ایمان بڑھتا ہے کیونکہ جو اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے اس کے دل میں شیطان خوفناک وسوسے ڈالتا ہے کیونکہ یہاں کوئی دنیاوی آسائش اور فائدہ تو حاصل نہیں مگر نماز اور عبادات اکٹھے ادا کرنے **اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا موقع ملتا ہے۔** آپس میں میل ملاپ اور نئے رشتے بنانے کا موقع ملتا ہے۔زندگی پر اعتبار نہ کریں ہر چیز اگلے سال کے لئے نہ چھوڑیں۔

نوجوانوں کو بھی جماعت کی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرنا چاہیے۔ایسے کافی خاندان ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو بڑا کر رہے ہیں، میں ان کو یہ کہتا ہوں کہ جماعت کی رہنمائی میں ہی انہیں بڑا کریں۔اُن کے دلوں میں بھی جماعت سے ہمدردی اور لگن پیدا کریں تا کہ وہ آنے والے زمانوں میں اس جماعت کو اور ترقی دیں۔

دعا

آخر میں مَیں اپنی تقریر اس دعا پر ختم کرتا ہوں:

آپ سب نے اپنا وقت اور مال خرچ کیے اور یہاں آئے اللہ تعالیٰ آپ سب کی قربانی قبول فرمائے اور آپ کی زندگیوں میں تبدیلیاں لائے۔آپ سب کی دعائیہ کے دوران ذاتی اور اجتماعی دعائیں قبول فرمائے۔اللہ ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔آمین

صداقت مسیح موعودؑ

قمر سامانوی

اس وقت زمانہ کی یہ پکار تھی کہ:

''پھر نئے علم کلام کی ضرورت ہے ۔۔۔۔۔۔ نیا علم کلام بالکل نئے اصول پر قائم کرنا ہوگا کیونکہ پہلے زمانہ میں جس قسم کے اعتراضات اسلام پر کئے جاتے آج اُن کی نوعیت بالکل بدل گئی ہے۔ پہلے زمانہ میں صرف یونان کے فلسفہ کا مقابلہ تھا جو صرف قیاسات اور مظنونات پر قائم تھا، آج بدیہات اور تجربہ کا سامنا ہے۔ اس کے مقابلہ میں محض قیاسات عقلی اور احتمال آفرینیوں سے کام نہیں چل سکتا ہے۔''

زمانہ کا مطالبہ یہ تھا کہ آج سائنس اور فلسفہ کے زمانہ میں جبکہ ہر وہ بات ٹھکرائی جاتی ہے جو تجربہ اور مشاہدہ میں صحیح ثابت نہ ہو کسی ایسے صاحب حال انسان کی ضرورت ہے جو خود صاحب تجربہ ہو۔ جو قیاسی طور پر یہ نہ کہے کہ اس کائنات کا بنانے والا کوئی ہونا چاہیے بلکہ وہ اپنے تجربہ کی بنا پر یہ کہے کہ خدا ہے میں نے اس کو پالیا ہے۔ وہ مجھ سے کلام کرتا ہے اور وہ صرف اسلام میں مل سکتا ہے۔ چنانچہ اس آنے والے نے زمانہ کی اس سب سے بڑی ضرورت کو پورا کیا اور کہا:

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغِ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طورِ تسلی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب یہ نور ملا نورِ پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

آپ نے اسلام کے مخالفین کو للکارا اور کہا:

''اب اگر عیسائیوں میں کوئی طالب حق ہے یا ہندوؤں اور آریوں میں سچائی کا متلاشی ہے تو میدان میں نکلے اور اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے تو بالمقابل نشان دکھانے کے لئے کھڑا ہو جائے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ بدنیتی سے پیچ در پیچ شرطیں لگا کر بات کو ٹال دیں گے کیونکہ ان کا مذہب مردہ ہے اور کوئی اُن کے لئے زندہ فیض رساں موجود نہیں جس سے وہ روحانی فیض پاسکیں اور نشانوں کے ساتھ چمکتی ہوئی زندگی حاصل کرسکیں۔ اے وے تمام لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے وے تمام انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو، میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن

نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال وتقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ مدد دیئے گئے ہیں۔خدا نے مجھے دنیا میں اس لئے بھیجا تا میں حلم اور خلق اور نرمی سے گم گشتہ لوگوں کو خدا اور اس کی پاک ہدایتوں کی طرف کھینچوں اور وہ نور جو مجھے دیا گیا ہے اس کی روشنی سے لوگوں کو راہ راست پر چلاؤں۔انسانوں کو اس بات کی ضرورت ہے کہ ایسے دلائل اس کو ملیں جن کی رو سے اس کو یقین آجائے کہ خدا ہے کیونکہ ایک بڑا حصہ دنیا کا اس راہ سے ہلاک ہو رہا ہے کہ ان کو خدا تعالیٰ کے وجود اور ان کی الہامی ہدایتوں پر ایمان نہیں ہے۔اور خدا کی ہستی کے ماننے کے لئے اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم کوئی راہ نہیں کہ وہ غیب کی باتیں اور آئندہ زمانہ کی خبریں اپنے خاص لوگوں کو بتاتا ہے اور نہاں در نہاں اسرار جس کا دریافت کرنا انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے اپنے مقربوں پر ظاہر کر دیتا ہے۔سو خدا نے میرے پر یہ احسان کیا ہے جو اس نے تمام دنیا سے مجھے اس بات کے لئے منتخب کیا ہے کہ تا وہ اپنے نشانوں سے لوگوں کو ہدایت پر لاوے۔‘‘

حالاتِ پیش آمدہ کی وجہ سے اس وقت زمانہ کی یہ فریاد:

’’اب علل واسباب کا ظاہری سہارا جاتا رہا،قویٰ بے کار ہو گئے،ہمتیں پست ہو گئیں،خون خوارانِ تثلیث نے ان کو قعر مذلت میں اس بری طرح دھکیل دیا کہ اب پھر ابھرنے کی صورت نظر نہیں آتی۔‘‘

اور اس فریاد پر آنے والے جری اللہ کا یہ حوصلہ افزا اعلان:

’’یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں بلکہ زمانہ اب اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ وہ کسی وقت اپنی طاقت دکھا چکا ہے کہ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔‘‘

ایک وقت اپنے اندر دشمنانِ اسلام کے حملوں کے جواب کی طاقت نہ پاکر مسلمان علماء کا اس خطرہ کا اظہار کہ:

’’عباسیوں کے زمانہ میں اسلام کو جس خطرہ کا سامنا ہوا تھا آج اس سے کچھ بڑھ کر اندیشہ ہے۔مغربی علوم گھر گھر پھیل گئے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں آرہی ہیں کہ پھر ایک نئے علم کلام کی ضرورت ہے۔‘‘

دوسری طرف اس پکار پر آنے والے اسلام کے سپہ سالار کی یہ للکار کہ:

’’حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملے کریں،کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آویں مگر انجام کار ان کے لئے ہزیمت ہے۔میں شکر کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھے علم دیا گیا ہے جس علم کی رُو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم جدیدہ مخالفہ کی جہالتیں ثابت کرے گا۔اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور باد مخالف سے بچائے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے **انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون۔**

اس یاس و ناامیدی اور خوف وہراس کے زمانہ میں اس مرد مجاہد کا یہ اعلان کیا وقت کی پکار اور زمانہ کی بہت بڑی ضرورت نہ تھی؟ اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ اس نے زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف نہیں بلایا بلکہ زمانہ نے خود اپنی ضرورت کے لحاظ سے اس کو بلایا اور اپنے اندر دشمنان اسلام کے مقابلہ کی طاقت نہ پاکر اس کو آنے کی دعوت دی جس کے آنے کے بعد اسلام کی ڈوبتی ہوئی کشتی نہ صرف غرق ہونے سے بچی بلکہ اس کشتی میں بیٹھنے والے گڈری پوشوں نے مخالفین اسلام کے سنگین اور فولادی قلعوں پر گولہ باری شروع کر دی اور حالت یہ ہوگئی کہ:

’’رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر کر دیا رُخ ہوا کا

زمانہ کی پکار پر آنے والا موعود اپنے مشن میں کامیاب ہوا کیونکہ جس غرض کے لئے زمانہ نے اس کو بلایا تھا اس غرض کو اس نے کماحقہ پورا کر دیا اور اس کا اعتراف آپ کے مخالفین نے بھی کیا اور غیر جانب دار طبقہ کے علماء نے بھی جس

کے ثبوت کے لئے میں سب سے پہلے حضرت مسیح موعودؑ کے سب سے بڑے دشمن کی شہادت پیش کرتا ہوں چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کی سب سے پہلی کتاب براہین احمدیہ پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ کتاب اس زمانہ میں موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں۔لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا۔۔۔۔۔۔اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر مسلمانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً آریہ سماج و برہموسماج سے اس زور وشور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اُٹھایا ہو اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرلے اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوامِ غیر کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔''(اشاعت السنۃ جلد نمبر ٦)

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے موقع پر اخبار وکیل امرتسر میں ایک زبردست مقالہ لکھا گیا جس کے متعلق جناب مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے یہ انکشاف فرمایا کہ اسکے لکھنے والے جناب مولانا آزاد مرحوم ہیں، اس مقالہ کا ایک ایک لفظ اس امر کا ثبوت ہے کہ آپ نے مبعوث ہونے کے بعد اپنی بعثت کی اغراض یعنی زمانہ کی ضرورت کو اس کی پکار کے موجب پورا کیا۔ چنانچہ میں اس کے کچھ اقتباسات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں وہ لکھتے ہیں:

''وہ شخص وہ بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ و طوفان بنا رہا جو شورِ قیامت ہو کر خفتگان ہستی کو بیدار کرتا رہا خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لئے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کرلیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔ یہ نازش فرزندان تاریخ بہت کم منظر عام پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی اس رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا کہ اُن کا ایک بہت بڑا شخص اُن سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تا کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔

مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ میں ان سے ظہور میں آیا قبول عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے اس لئے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لئے کچھ نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفان حقیقی کو سرراہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لئے ٹوٹی پڑتی تھیں اور دوسری طرف ضعف مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں کے مقابلہ پر تیر

بھی نہ تھے اور حملہ اور مدافعت دونوں کا وجود ہی نہ تھا۔۔۔۔۔اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں بن کر اڑنے لگا۔۔۔۔۔انہوں نے مدافعت کا پہلو بدل کے مغلوب کو غالب بنا کے دکھا دیا۔۔۔۔۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گراں بار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔۔۔۔۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔

۔۔۔۔۔ان کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہو جائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں۔۔۔۔۔اپنے مذہب کے علاوہ مذاہب غیر پر اُن کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے، تبلیغ و تلقین کا یہ ملکہ اُن میں پیدا ہو گیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب و ملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑ جاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اُن کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں۔ اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔''

اس مضمون کا ایک ایک لفظ یہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے قبل اسلام نہایت بیکسی کے عالم میں تھا۔ مسلمان مذاہب غیر کے حملوں مدافعت سے بالکل بے بس ہو چکے تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے یہ زمانہ سخت خوف کا زمانہ تھا مگر آپ کی بعثت کے ساتھ ہی تمام مذاہب باطلہ کا طلسم دھواں بن کر اڑنے لگا اور آپ کے دلائل کے سامنے دیگر ادیان مغلوب اور آپ کی مساعی جمیلہ سے اسلام غالب آ گیا اور جو غرض کسی مدعی کے آنے کی ہوتی ہے آپ نے اس کو کماحقہ پورا کر دکھایا اور جو زمانہ خوف کسی روحانی خلیفہ کے آنے کا ہوتا ہے آپ اسی زمانہ میں آئے اور پھر اسلام میں آئی ہوئی کمزوری کو دور کر کے اسلام کو مضبوط کر دیا اور پیدا شدہ خوف کو امن کے ساتھ بدل دیا۔ اس مضمون کے لکھنے والا خواہ کوئی بھی ہو یہ تو ثابت ہے کہ وہ احمدی نہیں پھر اس کا یہ اعتراف حقیقت کا اظہار ہونے کی وجہ سے اس بات کا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ بروقت تھا اور زمانہ نے آپ کو بلایا اور آپ نے آ کر زمانہ کی ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر عموماً اور عیسائیت پر خصوصاً غالب کر دیا۔ اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس زمانہ کے علماء میں سے جناب مولانا عبداللہ العمادی صاحب مرحوم بھی ۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کے اخبار وکیل میں اس حقیقت کا اس طرح اظہار کرتے ہیں۔

''۱۸۷۷ء کے قریب جبکہ اُن کی ۳۵،۳۶ سال کی عمر تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اُٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے۔ کبھی وہ آریوں سے مباحثہ کرتا ہے، کبھی حمایت اور حقیت اسلام میں وہ

بسیط کتابیں لکھتا ہے۔۱۸۸۶ء میں بمقام ہوشیار پور جو مباحثات انہوں نے کئے اُن کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا۔۔۔۔غیر مذاہب کی تردید اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اُترا ہے۔ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے اور مذہب کی پیاری تصویر کو ان آلائشوں اور گرد و غبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔غرض اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت اب تک ہمارے کانوں میں آرہی ہے۔''

مرزا حیرت صاحب دہلوی حضرت اقدسؑ کے مخالفین میں سے تھے۔آپ کی وفات کے بعد وہ اس حقیقت کا اعتراف اخبار کرزن گزٹ مورخہ یکم جون ۱۹۰۸ء میں اس طرح کرتے ہیں:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔اُس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی۔نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔جو بے نظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے ردّ میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب آج تک مخالفین اسلام کو دیئے گئے،آج تک معقولیت سے اُن کا جواب الجواب ہم نے تو دیکھا نہیں سوائے اس کے کہ آریہ نے نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایانِ اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دی،کوئی معقول جواب اب تک نہ دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔اگرچہ مرحوم پنجابی تھا مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔۔۔۔۔اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔''

اسی طرح آپ کی وفات پر صادق الاخبار ریواڑی نے لکھا:

''چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصنیف سے مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساقط کر دیا ہے اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق،حق ہی ہے اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کما حقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم وحامی دین اسلام اور معین المسلمین،فاضل اجل،عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

غیر جانبدار مسلمان علماء کی بیسیوں اس قسم کی شہادات کو چھوڑ کر میں اس وقت جماعت احمدیہ کی سب سے بڑی مخالف تنظیم کے صدر یعنی چوہدری افضل حق صاحب کی رائے پیش کرتا ہوں لکھتے ہیں:

''آریہ سماج کے معرض وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لئے چوکنا کر دیا مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہوگئی۔مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی ایسی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہو سکی ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔

مجدد زمانہ اور روحانی خلفاء کا جو کام قرآن کریم اور احادیث میں بیان کیا گیا۔اس کو آپ نے پورا کیا جس کے پورا کرنے کا اعتراف اُن علمائے کرام نے کیا جو آپ کی جماعت میں شامل نہ ہوئے تھے۔اس سے بڑھ کر آپ کی صداقت کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپ اس موسم میں آئے جو خدا تعالیٰ کے ماموروں کے آنے کا موسم ہوتا ہے اور پھر اس موسم میں گئے جو اُن کے جانے کا موسم ہوتا ہے یعنی عین ضرورت کے وقت زمانہ کے لئے۔زمانہ آپ کو بلا رہا تھا اس ضرورت کو پورا کیا اور اپنے مشن کو پورا کرنے کے لئے اپنے بعد خادمانِ اسلام کی جماعت چھوڑ دی جس نے تثلیث پرستوں کو توحید کے جھنڈے کے نیچے لا کھڑا کرنا شروع کر دیا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

از: حامد رحمٰن

قربت الٰہی کا بہترین ذریعہ نماز اور دُعا

میری زندگی کی سب سے بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سلسلہ سے جس کو مسیح موعودؑ اللہ جل شانہ نے خود قائم کیا ہے، بچپن سے ہی وابستہ رکھا ہے آئندہ بھی وابستہ رہوں گا اور تادم آخر ہر کڑے سے کڑے امتحان میں اللہ ثابت قدم رکھے۔ کچھ بزرگان سلسلہ کی صحبت کی برکات نے شروع سے ہی میرے دل میں یہ تڑپ اور محبت پیدا کر دی تھی کہ سلسلہ کی خدمت کروں تا کہ امام زمانہ کے معجزات اور صداقت کے نشان جلی حروف میں ہر بشر کو نظر آویں اور اندھیروں میں (ذہنی وقلبی) بھٹکنے والوں کو اصل منزل حقیقی کی راہ دکھائی دے۔ احمدیت کے حوالے سے زندگی میں کافی تلخ تجربات نے مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر مہر لگا دی۔

ذات ناتواں میں برکات انوار سے جلتا ہوا دیا
دنیا کی آندھیوں سے بھلا یہ بجھے گا کیا

اک عجب شدت پیاس تھی کہ کچھ لکھوں اور کسی ایسے موضوع کو زینت مضمون بناؤں کہ جس کی اول تو پیدائش آدم سے اور پھر آمدِ خاتم النبین خاتم المرسلین سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے شروعات ہوتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کائنات کے نظام کو اپنے پیارے حبیبؐ پر اپنی آخری کتاب قرآن کریم کو نازل کر کے نافذ کر دیا اور انسانیت کو آخری دین بطور مکمل ضابطہ حیات دے دیا۔ دین اسلام کو تمام ادیان پر فوقیت، افضلیت خصوصی طور پر ہے اور دین اسلام میں جس امر پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے اور قرآن کریم میں جس کا ذکر بار بار ہے وہ اپنے رب کی بندگی کرنا ہے اور بندگی کیا ہے؟ عبادت ہے اور عبادت کیا ہے؟ اطاعت ہے اور اطاعت اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی باتیں اور احکامات پر عمل کرنا ہے۔

یاد رکھیں جب ذات باری تعالیٰ ہی دستِ رحمت کھینچ لے تو دنیا بھی منہ پھیر لیتی ہے اور انسان ایسا لاوارث ہو جاتا ہے کہ درماندگی، ذلت اور رسوائی مقدر بن جاتی ہے اور ٹھوکریں کھا کھا کر ایسی جگہ پر گر جاتا ہے جہاں سے پھر اُٹھ نہیں سکتا۔ خدا خیر کرے یہی سوچ اور غم بڑھتا جا رہا ہے۔ آخر اس کا دائمی علاج کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ایسے تمام دکھوں، غموں، تکالیف کا علاج اپنی کتاب میں اپنے رسولؐ اور اپنے برگزیدوں کو بتایا اور پھر اپنے امام الزمان، خاتم الاولیاء کو بھی علاج بطور حکم کے بتلا دیا اور وہ علاج کیا ہے؟

یہ علاج نماز اور دُعا روحانی وجسمانی لاحق ہونے والی امراض سے بچنے کے لئے کل مخلوق کو دے دیا گیا۔ اس کو روزمرہ زندگی میں استعمال کرنے سے جو ابدی حیات ملتی ہے اس کا سرور اور مزہ، چاشنی اور لذت جو نصیب ہوتی ہے اس کا ذکر بھی قرآن اور کتابوں میں موجود ہے اور ہزاروں مثالیں تاریخ میں رقم ہیں۔ نماز اور دعا کی افادیت، اہمیت کو جس رنگ میں مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے سلسلہ کے لوگوں کے لئے اپنی تحریرات میں بیان کیا ہے۔ یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام اولیاء اللہ اقطاب، ابدال اور برگزیدان خدا کا آزمودہ اور مجرب نسخہ ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام روحانی طبیب اعظم خداوند کریم کی طرف سے طبیب بن کر آئے تھے اور پیغام دے گئے۔

پیغام

روز محشر کہ جان گداز بود
اولین پرسش نماز بود

نماز ایک مختصر لفظ، ایک رکن اسلام، عربی میں اس کے لئے لفظ صلوٰۃ ہے۔ (یہ وہ حکم الٰہی ہے جس میں خداند کریم کو حجت قبول نہیں) اور سبحان اللہ کوئی سختی، تردد بھی شرط نہیں۔ یہ اِک فرض عظیم ہے جس کو سب سے زیادہ افضلیت دین

اسلام میں ہے۔ بندگی، عاجزی، انکساری اور انسانیت کے نفس کی پرورش اور پاکیزگی کے لئے خداوند کریم کا عظیم الشان تحفہ جس سے ہر نفس اپنے نفس کو نور الٰہی سے روشن کرسکتا ہے وہ نماز ہے۔ مگر یہ درحقیقت کیا چیز ہے؟

نماز دراصل نام ہے دعا کا جس کو دوسرے لفظوں میں کسی بھی قُفل کو کھولنے کی کنجی بھی کہا جاتا ہے اور بارگاہ ایزدی پر دستک دینے کا طریق ہے کیونکہ یہ ایسی ہستی کی بارگاہ پر دستک دینے کی صدا ہے کہ ہستی عالم میں ماسوائے اس کے کوئی نہیں۔

نماز چونکہ بذات خود دعا ہے اور ذکر ہے الدعا مخ العبادۃ (ترمذی) اور دوسری جگہ ہے الصلوٰۃ عماد الدین (ترمذی) ان عربی کے الفاظ میں مخفی خزانہ ہے۔

پہلے فارسی شعر کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے۔ قیامت کے دن جب جان پگھلنے والی ہوگی، ہر شخص سے جو پہلا سوال یوم حساب کو ہوگا وہ یہ ہوگا کہ نماز پڑھی تھی؟

عربی کے الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے ''نماز دعا کا مغز ہے'' ''نماز دین کا ستون ہے''۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں ترقی مدارج کے لئے نماز اور دعا میں خصوصی احتیاط دنیاوی خواہشات سے پرہیز سب سے زیادہ ضروری ہے۔ طبیب اعظم کے مطابق اپنی پنج وقت نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔ نماز خدا کا حق ہے اسے خوب ادا کرو۔ وفا اور صدق کا خیال رکھو ''اگر سارا گھر غارت ہوتا ہو تو ہونے دو مگر نماز کو ترک نہ کرو''

حضرت صاحب فرماتے ہیں: تم خدا کی آخری جماعت ہو سو وہ نیک عمل دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو۔ ہر ایک جو تم میں سست ہو جائے گا وہ ایک گندی چیز کی طرح جماعت سے باہر پھینک دیا جائے گا۔ حسرت سے مرے گا اور خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ جو شخص تضرع اور زاری سے اس کے حدود اور احکام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے وہ خدا کے فضل سے ضرور حصہ لے گا۔

اس لئے ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز کو اپنے اوپر لازم کرلیں جو زیادہ نہیں پڑھ سکتا صرف دو رکعت ہی پڑھ لیا کرے کیونکہ اس طرح سے اسے بہرحال دعا کرنے کا موقع مل جایا کرے گا۔ پچھلی رات کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی کیونکہ وہ سچے درد اور جوش سے نکلتی ہیں جب تک کسی شخص کے دل میں ایک خاص سوز اور درد نہ ہو وہ کب خواب راحت سے آخری حصہ رات میں بیدار ہوسکتا ہے۔ پس اس وقت کا اُٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کردیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ نماز کو مجرب نسخہ لکھا ہے اور مجرب کے معنی ہیں تجربہ کیا ہوا، آزمایا ہوا، استعمال کیا ہوا۔ مریض کوئی بھی ہو تکلیف میں خدا کو ہی پکارتا ہے اور جب نماز اور دعا کا نسخہ مریض استعمال کرتا ہے تو دوا اور دُعا دونوں علاج روحانی میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔

اگر مرض کا علاج دوا میں ہے تو دعاؤں میں بھی تاثیر ہوتی ہے اور دعا تمام چیزوں سے زیادہ عظیم التاثیر ہے اور قرآن کریم نے اس امر کی تصدیق یوں کردی کہ جیسے انسان کسی طبیب کے پاس جا کر اپنی تکلیف کا اظہار کرتا ہے تو طبیب مریض کی باتوں کا جواب بھی دیتا ہے اور دوا بھی دیتا ہے۔

اسی طرح فرمایا ترجمہ: ''تم مجھے پکارو میں جواب دوں گا'' اور دوا کے لئے سب سے ضروری انسان کے دل میں یہی تمنا ہوتی ہے کہ تکلیف سے نجات ملے تو تکلیف سے نجات کے لئے سب سے عظیم دعا سورۃ الفاتحہ ہے جسے ام القرآن بھی کہا گیا ہے۔

تو یہ وہ خاص افضل دعا ہے امراض سے نجات کے لئے۔ نماز اور دعا کی تاثیر آب و آتش کی تاثیر سے بڑھ کر ہے بلکہ اسباب طبعیہ کے سلسلہ میں کوئی چیز ایسی عظیم نہیں جیسی کہ دعا ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے اپنے نظام جسمانی اور روحانی کو ایک ہی سلسلہ موثرات اور متاثرات میں باندھ رکھا ہے۔

اس عاجز نے اس موضوع پر اگر قلم اٹھانے کی جسارت کی ہے تو مسیح موعود علیہ السلام کی محبت کا ہی کام ہے۔ نماز کو خشوع خضوع اور تضرع سے ادا کرنا کافی نہیں ہے بلکہ طہارت، تقویٰ، راست گوئی، کامل یقین، کامل محبت اور کامل توجہ بھی چاہیے اور یہ کہ جو شخص اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلاف مصلحت الٰہی بھی نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہوجاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عنداللہ سائل کے لئے خلاف مصلحت الٰہی ہوتی ہے۔ اس کے پورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔ اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ خداوند کریم دعا قبول نہیں کرتا ایسا ہرگز نہیں ہے۔

دعا کے لئے بھی کئی شرائط ہیں جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قریبہ پیدا نہ ہو تب تک یہ توقع رکھنا کہ دعا قبول ہوگی عبث فعل ہے اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں اور ہمتیں پوری توجہ سے قاصر رہتی ہیں۔

دعاؤں کی تاثیر درحقیقت آفات بلاؤں اور شرور سے محفوظ کرسکتی ہے تو اس دنیا میں بھی اس کی تاثیر نظر آنی چاہیے تا کہ ہمارا یقین قبولیت دعا اور تاثیر پر کامل ہوجاوے اور پھر اسی امید سے آخرت کی نجات کے لئے زیادہ سرگرمی اور دلجوئی سے دعا کریں۔

نفس مطمئنہ کا مقام، وہ منزل ہے جو صرف تقویٰ، طہارت، کامل یقین سے خدا کے آگے جھکنے سے خداوند کریم کے آگے خشوع وخضوع اور تضرع سے حاصل ہوتا ہے۔ فنا کے مقام سے آگے نکل کر بارگاہ الوہیت تک پہنچنے والی روح شیخ عبد لقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کے روحانی مقامات پر ہزاروں تحریرات لکھی جاسکتی ہیں، دعا کے متعلق اپنی کتاب ''فتوح الغیب'' میں لکھا ہے:

''اگر خدا کا قرب چاہتے ہو تو اس بات کا پہلے یقین کرلو کہ دنیا کی دوسری تمام چیزیں، خوف وڈر، دنیا کا مال ودولت، بیوی بچے، آسائشوں کو اپنا معبود نہ بنا لیکن صرف بقدر حقوق شریعت سنت صالحین کی رعائیت رکھ۔ پس اگر تو نے ایسا کرلیا تو ''کبریت احمر'' سرخ گندھک جو نایاب ہے ہوجاوے گا۔ اور تیرا مقام اتنا بلند ہوجاوے گا کہ تو نظر نہیں آوے گا اور خدا تعالیٰ تجھے اپنے نبیوں اور رسولوں کا وارث بنادے گا یعنی ان کے علوم ومعارف اور برکات جو مخفی اور ناپید ہوگئے تھے وہ از سر نو تجھ کو عطا کیے جائیں گے اور ولایت تیرے پر ختم ہوگی یعنی تیرے بعد کوئی نہ اٹھے گا جو تجھ سے بڑا ہو اور تیری دعاؤں اور تیری عقد ہمت اور تیری برکت سے لوگوں کے سخت غم دور کیے جائیں گے اور قحط زدوں کے لئے بارشیں ہوں گی۔ ہر کام میں عوام الناس اور حتیٰ کہ بادشاہوں کی مصیبتیں دور ہوں گی اور قدرت کا ہاتھ تیرے ساتھ ہوگا اور جس طرف وہ پھرے اسی طرف تو پھرے گا اور لسان الازل تجھے اپنی طرف بلائے گی یعنی تیرا کلمہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور اس میں برکت رکھی جائے گی اور تو ان تمام راست بازوں کا قائمقام کیا جائیگا جن کو تجھ سے پہلے علم دیا گیا ہے اور تکوین (وجود) تیرے پر روکی جائے گی یعنی تیری دعا اور تیری توجہ عالم میں تصرف کرے گی۔

اور پھر تو معدوم کو موجود کرنا اور موجود کو معدوم کرنا چاہے گا یعنی ہست کو نیست اور نیست کو ہست کرنا چاہے گا تو وہی ہوجائے گا اور امور خارق عادت تجھ سے ظاہر ہوں گے اور تجھ کو اسرار ''علوم اللدنیہ'' ایسے علوم تجھے عطا کرے گا (جو بغیر سیکھنے اور بغیر تلاش اور کوشش کے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے عطا کرے) اور معارف غریبیہ یعنی نادر اور عجیب علم عطا کرے گا جن کے لئے تو امین اور مستحق سمجھا جائے گا''۔

جماعت احمدیہ لاہور کے لئے یہ تحریر لکھی ہے کیونکہ اس تاریک، اندھے، قاتل دور میں نماز اور دعا سے ہر احمدی ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہوجائے گا۔

ہماری جماعت احمدیہ لاہور کے لئے کسی بھی ایسے مدعی کو جو دعویٰ مجددیت کرے اسے نصیحت کرنی چاہیے کہ وہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی اس مذکورہ تحریر کو ہی پڑھ لیوے کہ دوسروں کی موت اور حادثہ کے فتوے جاری کرنے والا کس طرح کا درس اور پیغام دے رہا ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کو امیر جماعت حضرت عبدالکریم سعید پاشا صاحب کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلنا ہوگا تا کہ اس سلسلہ کو جو اندرونی، بیرونی خطرات ہماری اپنی کمزوریوں کی وجہ سے لاحق ہیں کا دفاع کیا جاسکے۔ تقویٰ ہی آخری سبق ہے جس سے کام لینا ہوگا۔

لاہور دارالسلام اور برانڈرتھ روڈ پر مسیح موعودؑ کی نشانی کو نمازوں اور دعاؤں سے ہمیشہ کے لئے آباد رکھنا ہوگا۔ جیسی بھی قربانی اس سلسلہ کے لئے دی جاسکتی ہو تیار رہیں۔ کیونکہ سلسلہ احمدیہ **''خدا کی آخری جماعت''** ہے۔ تکبر، نحوست کو کچلنا ہوگا۔ خداوند کریم کو عاجزی، مسکینی اور سادگی پسند ہے۔

نماز اور دعا کا نسخہ اور استعمال بھی بڑی جرات اور بہادری مانگتا ہے اور ویسا ہی جیسا کہ Infection کو ختم کرنے کے لئے جراثیم کش، سخت اور کڑوی دوائیں پینا پڑتی ہیں اور بڑے انجکشن بھی استعمال کرنا پڑتے ہیں۔ دوائی کی کڑواہٹ اور سوئی کی خلش سے معصوم کی جو چیخ وپکار نکلتی ہے مگر رفتہ رفتہ اسی ظاہری وقتی کرب سے اسے نجات مل جاتی ہے۔

یہی نسخہ روحانی مذکورہ دنیاوی نسخہ کی طرح روحانی امراض جن کا علاج بھی

روحانی ہے۔ وہ رات 12 بجے کے بعد استعمال کرنا پڑتا ہے۔ وہ تہجد کی نماز ہے۔ یہ دوا ضرورت سے زیادہ کڑوی ہے۔ بڑی ہی ہمت سے لینا پڑتی ہے۔

لاہوری احمدی حضرات کو اپنے امراض سے بچنے کے لئے اس نسخہ کا استعمال فرض ہے گو کہ تہجد فرض تو نہیں مگر اس وقت بہت جلد تازگی صحت وتندرستی عطا کرتی ہے اور مسیح موعود علیہ السلام اور دیگر اکابرین سلسلہ نے تو عمر بھر اس نسخہ کو استعمال کیا اور وہ حقیقی تندرستی خداوند کریم سے حاصل ہوئی کہ سند موجود ہے۔

پس اس وقت کا اٹھنا ہی دل میں ایک درد پیدا کر دیتا ہے جس سے دعاؤں میں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور رقت قبولیت دعاؤں کا موجب ہو جاتے ہیں۔ نماز اور دعا کا نسخہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال کر کے دنیا کو ان کی تاثیر دکھلا دی۔ ہم جو نماز پڑھتے ہیں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی نماز پڑھتے تھے اور اسی نماز سے بے شمار روحانی فائدے اور مدارج حاصل کیے تھے۔ فرق صرف خلوص کا ہے اور اگر تم میں بھی وہی اخلاص صدق وفا اور استقلال ہو تو اپنی نماز سے اب بھی وہ مدارج حاصل کر سکتے ہو جو تم سے پہلوں نے حاصل کیے تھے۔

جب تک انسان خدا کے لئے تکالیف اور مصائب کو برداشت نہیں کرتا تب تک حضرت احدیت (اکائی) کے قریب نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی اس کا نمونہ پایا جاتا ہے۔ اگر ایک غلام اپنے آقا کا ہر ایک تکلیف میں اور مصیبت میں اور ہر ایک خطرناک میدان میں ساتھ دیتا رہے تو وہ غلام غلام نہیں رہتا بلکہ دوست بن جاتا ہے۔ یہی خدا کا حال ہے اگر انسان اس کا دامن نہ چھوڑے اور اسی کے آستانہ پر گرا رہے اور استقلال کے ساتھ وفاداری کرتا رہے تو پھر خدا بھی ایسے کا ساتھ نہیں چھوڑتا اور اس کے ساتھ دوست والا معاملہ کرتا ہے۔ وفاداری کا مادہ تو کتے میں بھی پایا جاتا ہے خواہ وہ بھوکا رہے، بیمار ہو جائے، کمزور ہو جائے، خواہ کچھ بھی ہو مگر اپنے گھر کے مالک کو نہیں چھوڑتا اور وہ لوگ جو ذرا سی تکلیف سے دین سے منہ پھیر لیتے ہوں ان کو کتے سے سبق سیکھنا چاہیے۔

یاد رکھو جو شخص خدا کی راہ میں دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کو تیار نہیں وہ کاٹا جاوے گا اور ایمانی حالت کا پتہ اسی وقت لگتا ہے جب تکالیف اور مصائب آویں۔ روحانی فوائد حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو دکھ اور تکالیف اٹھانے کے لئے تیار کر لینا چاہیے۔

میں اپنے تمام بہن بھائیوں اور بزرگوں سے دلی التجا کرتا ہوں کہ کشتی نوح میں بیٹھنے کے لئے روحانی طاقت وقوی چاہیے اور اس طاقت کے لئے نسخہ کا صحیح اور مستقل استعمال صرف دعا اور نماز ہے۔

انسان کی ضرورتوں اور خواہشوں کی تو کوئی حد نہیں جس وجہ سے امراض بہت پھیل چکا ہے۔ لہٰذا دعا و نماز کا نسخہ مکمل صحت ہے اور نسخہ کا استعمال اگر صحیح طریقہ سے کیا گیا تو شفاء ضرور ملے گی کیونکہ روحانی طبیب اعظم حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے:

''دنیا کے لئے جو دعا کی جاتی ہے وہ جہنم ہے۔ دعا صرف گناہ سے بچنے اور خدا کو راضی کرنے کے لئے ہونی چاہیے باقی جتنی دعائیں ہیں وہ خود اس کے اندر آ جاتی ہیں''۔ اھدنا الصراط المستقیم بڑی دعا ہے۔ صراط مستقیم گویا خدا کو شناخت کرنا ہے اور انعمت علیھم کل گناہوں سے بچنا ہے اور صالحین میں داخل ہونا ہے۔

دعا ایسی کرنی چاہیے کہ نفس امارہ گداز ہو کر نفس مطمئنہ کی طرف آ جاوے۔ اگر وہ اھدنا الصراط المستقیم جیسے کہ اوپر معنی مذکور ہیں طلب کرتا رہے گا تو دوسری ضرورتیں جن کے لئے وہ دعا چاہتا ہے وہ خدا پوری کر دے گا۔

مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''دعا اور شفاعت حقیقت میں تو ایک ہی ہے لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ دعا تو ہر ایک شخص خواہ مسلم ہو، خواہ مومن ہو، خواہ کافر و مشرک ہو، خواہ فاسق فاجر ہو کر سکتا ہے اور یوں ہر ایک کی دعا قبول بھی ہو جاتی ہے۔ مگر شفاعت ہر ایک شخص نہیں کر سکتا کیونکہ دعا میں ایک عاجزی وانکساری ہوتی ہے اور شفاعت میں اپنی وجاہت اور قبولیت اور اپنا خاص تعلق جو اللہ تعالیٰ سے اس کو ہے یا اس سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے۔''

کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہوگئی

خواجہ کمال حسین صاحب

قرآن کریم اور حدیث شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے ماں باپ سے بڑھ کر محبت اور پیار کرتا ہے اور بلاوجہ کسی پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتا۔ پھر یہ ارضی اور سماوی آفات کیوں آتی ہے؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جو آج ہر شخص کی زبان پر ہے۔ بعض لوگ جنہوں نے اپنی صداقت کا معیار ہی ان مصیبتوں اور زلزلوں کو رکھ چھوڑا ہے، ان کا وطیرہ ہے کہ جہاں کوئی آفت نازل ہوئی بجلی گری، زلزلہ آیا، وبا پھوٹی اور کوئی مصیبت نازل ہوئی فوراً اسے اپنے موقف کی صداقت کے لئے دلیل ٹھہرانے کے لئے دُور کی کوڑی لانی شروع کر دی اور حقائق اور دلائل سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنے مریدوں کی گرتی ہوئی عقیدت کو سہارا دینے کے لئے انہوں نے صداقت کا معیار پیشگوئیوں کا غلط سلط چسپاں کرتے رہنے کو ٹھہرا رکھا ہے حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ اس طرح تو اگر آفات کا شکار ہونا چاہیے تو سب سے اوّل ان ممالک کو نیست و نابود ہو جانا چاہیے جو وجود باری تعالیٰ کے سرے سے منکر ہیں۔ ان کے بعد ان کی باری آنی چاہیے جو سلسلہ انبیاء اور اصلاح خلق کے لئے رسولوں کے بھیجے جانے کے قائل نہیں ہیں اور ان سے ہٹ کر ان ممالک کو صفحۂ ہستی سے مٹ جانا چاہیے جنہوں نے خاتم النبیین اور افضل الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ صرف انکار کیا ہے بلکہ آپ کی توہین کے لئے شب و روز علمی قلمی اور لسانی ہتھیار استعمال کر رہے ہیں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ منکرین خدا اور رسول بجائے تہس نہس ہونے کے پھل پھول رہے ہیں بلکہ توحید و رسالت پر مر مٹنے والوں سے بڑھ کر ارضی و سماوی نعمتوں سے حظ وافر اُٹھا رہے ہیں۔

کہتے ہیں کسی اسلامی ملک کے سفیر نے چین کی نئی دنیا کے سربراہ کو قرآن پاک کا تحفہ پیش کیا تو اس سے پوچھا گیا کہ اس کتاب کو مجھے پیش کئے جانے سے کیا مقصود ہے؟ تو ان کو بتایا گیا کہ یہ کتاب تمام مشکلات اور مصائب کا حل پیش کرتی ہے جس سے آج کی دنیا دوچار ہے۔ تو اس مسلم سفیر کو یہ جواب ملا کہ اس کتاب کی تو پھر مشرق وسطیٰ کے ممالک کو بہت اشد ضرورت ہے۔

بہر حال مقصد کہنے کا یہ ہے کہ کسی صداقت کے صرف قبول کر لینے سے نہ تمام دنیا کی نعمتیں مل سکتی ہیں اور نہ ہی اس کے انکار سے انسان مصائب کا شکار ہوتا ہے بلکہ معلوم یوں ہوتا ہے کہ مصائب نازل کرنے میں خالقِ ارض و سماوات کی کوئی اور مصلحت کارفرما رہی ہے۔ اس سوال کا جواب کہ دنیا والوں پر آسمان والا بعض اوقات ناراض ہو کر اپنا قہر کیوں نازل کرتا ہے۔ حضرت امام الزماں حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت واضح الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

''خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس واسطے کہنا چاہیے جس کی طرف سورۃ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں، میں کاذب ٹھہروں گا۔ مگر میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ شدید آفت جس کو خدا تعالیٰ نے زلزلہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے صرف اختلاف مذہب پر کوئی اثر نہیں رکھتی اور نہ ہندو یا عیسائی ہونے کی وجہ سے کسی پر عذاب آ سکتا ہے اور نہ

اس وجہ سے آسکتا ہے کہ کوئی میری بیعت میں داخل نہیں ۔ یہ سب لوگ اس تشویش سے محفوظ ہیں ہاں جو شخص خواہ کسی مذہب کا پابند ہو، جرائم پیشہ ہونا اپنی عادت رکھے اور فسق و فجور میں غرق ہو اور زانی، خونی، چور، ظالم اور ناحق کے طور پر بد اندیش، بدزبان اور بدچلن ہو اس کو اس سے ڈرنا چاہیے اور اگر توبہ کر لے تو اس کو بھی کچھ غم نہیں اور مخلوق کے نیک کردار اور نیک چلن ہونے سے یہ عذاب ٹل سکتا ہے۔''

مندرجہ بالا عبارت میں جو اصل اصول بیان کیا گیا ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا عذاب تقویٰ کی راہوں کو ترک کر دینے سے آتا ہے نہ کہ کسی خاص عقیدہ، مذہب یا خیال کو ردّ کر دینے سے۔ اسی اصول کو زیادہ وضاحت سے حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور مقام پر یوں بیان فرمایا ہے۔ آپ زلزلہ کے متعلق وحی الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ توبہ اور اصلاح احوال سے عذاب ٹل سکتا ہے۔ فرمایا:

''میں بار بار اپنے اشتہارات میں لکھ چکا ہوں کہ اصلاح نفس اور توبہ سے اس جگہ میری مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی ہندو اور عیسائی مسلمان ہو جائے۔ میری بیعت اختیار کرے بلکہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کسی کا مذہب غلطی پر ہے تو اس غلطی کی سزا کے لئے یہ دنیا عدالت گاہ نہیں ہے اس کے لئے عالم آخرت مقرر ہے اور جس قدر قوموں کو پہلے اس سے سزا ہوئی ہے مثلاً آسمان سے پتھر برسے یا طوفان سے غرق کئے گئے یا زلزلہ نے ان کو فنا کیا، اس کا یہ باعث نہیں تھا کہ وہ بت پرست تھے یا کسی اور مخلوق کے پرستار تھے اگر وہ سادگی اور شرافت سے اپنی غلطیوں پر قائم رہتے تو کوئی عذاب ان پر نازل نہ ہوتا لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ خدا تعالیٰ کی آنکھ کے سامنے سخت گناہ کئے اور نہایت درجہ شوخیاں دکھلائیں اور ان کی بدکاریوں سے زمین ناپاک ہوگئی، اس لئے اس دنیا میں ان پر عذاب نازل ہوا۔ خدا کریم و رحیم ہے اور غضب میں دھیما ہے اگر اس زمانہ کے لوگ اس سے ڈریں اور بدکاریوں اور ظلمتوں اور طرح طرح کے برے کاموں پر ایسی جرات نہ کریں کہ گویا خدا نہیں ہے تو پھر ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوگا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے **ما یفعل اللّٰہ بعذابکم ان شکر تم و امنتم** یعنی ''خدا تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور خدا پر ایمان لاؤ اور اس کی عظمت اور سزا کے دن سے ڈرو'' اور ایسا ہی اس کے مقابل پر فرمایا ہے **قل ما یعبئو ابکم ربی لو لا دعاء کم** یعنی ''اگر تم نیک چلن انسان نہ بن جاؤ اور اس کی یاد میں مشغول نہ رہو تو میرا خدا تمہاری زندگی کی کیا پرواہ رکھتا ہے''۔ اور سچ ہے کہ جب انسان غافلانہ زندگی بسر کرے اور اس کے دل پر خدا کی عظمت کا کوئی رعب نہ ہو اور بے قیدی اور دلیری کے ساتھ اس کے تمام اعمال ہوں تو ایسے انسان سے ایک بکری بہتر ہے جس کا دودھ پیا جاتا ہے اور گوشت کھایا جاتا ہے اور کھال بھی بہت سے کاموں میں آجاتی ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ جس قدر میں نے لکھا ہے وہ ان لوگوں کے لئے بس ہے جن کے دل ٹیڑھے نہیں ہیں اور جو جانتے ہیں کہ خدا ہے۔ **والسلام علی من اتبع الھدیٰ**''

اس عبارت میں وضاحت کے ساتھ یہی امر دھرایا گیا ہے کہ نیکی اور تقویٰ کو اختیار کر لینے سے ایک انسان قہر الٰہی کا مورد از خود بنتا ہے۔ تقویٰ جو ہر ایک نیکی کی جڑ ہے جب انسان اسے ترک کر دیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کا غضب نمودار نہ ہو۔ اسے مختصر طور پر آپ نے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے:

''کیوں نہ آویں زلزلے تقویٰ کی راہ گم ہوگئی
اک مسلماں بھی مسلماں صرف کہلانے کو ہے''

اب اگر بنظر ظاہر دیکھا جائے تو ہم از روئے حدیث رسولؐ صرف نام کے مسلمان رہ گئے ہیں ہم میں مسلمانوں والی کونسی بات ہے۔ جس میں غیر ہم سے سبقت نہیں لے گئے اور یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ وہ سرمایہ جو ہمیں بطور خیر الامم ہونے کے عطا کیا گیا تھا اس کے محاسن سے غیر قومیں فائدہ حاصل کر رہی ہیں اور ہم تہی دامن ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آفات ارضی و سماوی کے متعلق مندرجہ بالا اصل الاصول پیش نظر رکھا جاوے کہ اصلاح احوال کی گنجائش موجود ہے مگر برخود غلط لوگ اگر اس کے سہارے اپنے آپ کو سچا اور دوسروں کو جھوٹا کہنے کا وطیرہ اختیار کریں تو کوئی وجہ

نہیں کہ وہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا پائیں اور اس قسم کے عذاب کا شکار ہوں کیونکہ خدا تعالیٰ کی نظر ہر ایک پر ہے جو اس کے قوانین کو استہزاء کا مقام دیتا ہے یا اس کا شریک بننے کی امید میں ہے وہ اس کی نظر سے اوجھل کیسے رہ سکتا ہے۔ تمام مخلوق خدا تعالیٰ کا ایک کنبہ ہے اس کو ہر ایک سے اولاد کی طرح پیار ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے، وہ مجسم محبت ہے، جو اس سے لو لگاتا ہے وہ اس کو کبھی نظر انداز نہیں کرتا۔ فاذ کرونی اذ کر کم میں یہی سبق دیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ کے مامور ازلی و ابدی صداقتوں کو منوانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ ان کے آنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ تمام کے تمام لوگ ان کی فوج میں شامل ہو جاویں۔ انہیں ایک روحانی انقلاب برپا کرنا ہوتا ہے اور ان کے وقت میں یا ان کے چلے جانے کے بعد لوگ طوعاً یا کرہاً ان کی بتلائی ہوئی راہوں پر ضرور گامزن ہو جاتے ہیں اور موجودہ بیماریوں کا جو علاج وہ تجویز کرتے ہیں انہیں مخلوق میں مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے اور یہی ان کی کامیابی اور کامرانی ہوتی ہے۔

زمانہ حال میں جو آفات نازل ہو رہی ہیں اس کا ایک ہی علاج ہے جو مامور من اللہ نے تجویز کیا ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار کی جاوے۔ کوئی کسی بھی مذہب، عقیدہ، خیال اور قوم سے تعلق رکھتا ہو وہ اگر نیکی اور تقویٰ کی راہ پر گامزن ہو جاوے تو خدا تعالیٰ کو عذاب بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ بداعمالیوں کا نتیجہ قہر خداوندی ازل سے رہا ہے اور اس سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا خواہ وہ دنیا کے کسی خطہ میں بستا ہو۔

حضرت امام الزماں فرماتے ہیں:

''اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب مسلمانوں کو نیکی کی راہ پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (19 فروری 1975ء)

بقیہ: کیا جامع میں بچوں کا آنا ضروری ہے؟

طریق اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ اگر نماز کی حالت میں بچے کو آگے پیچھے کر دیا جائے یا اپنے کندھوں سے اتار دیا جائے تو نماز میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی نواسی امامہ بنت ابوالعاص کو جامع میں لانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ بچوں کو جامع میں لانا چاہیے تاکہ ان کے صاف شفاف ذہن میں قرآن و حدیث کی کوئی نہ کوئی بات ضرور جم جاتی ہے جو ان کو تاحیات فائدہ دیتی ہے۔ لہذا بعض بزرگوں کو بچوں کے جامع میں آنے پر پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان کی آمد کو کھلے دل سے قبول کرنا چاہیے اور بچوں کو اچھی نصیحت کرنی چاہیے کہ بیٹا جامع میں بھاگتے دوڑتے نہیں ہیں اور شور نہیں کرتے، نمازیوں کے کندھوں کو پھلانگ کر نہیں آتے جاتے جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جاتے ہیں اور جامع میں ایک دوسرے کے ساتھ بات چیت نہیں کرتے اور کھانے پینے والی چیز کو جامع میں نہیں لے کر آتے البتہ جو ضروری امر ہے کہ بعض بچے انتہائی شرارتی قسم کے ہوتے ہیں وہ کسی کی بات سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوتے یا وہ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ بات سمجھنے کا شعور نہیں رکھتے اور جامع میں دوڑ بھاگ اور شور وغل سے نمازیوں کے خشوع و خضوع کو شدید نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے بچوں کی بہت زیادہ تربیت کرنا ضروری ہے اور والدین کو بھی چاہیے کہ گھر پر بچوں کو جامع کے اداب سکھائیں اور جامع میں بچوں کو اپنے ساتھ رکھیں اور ایسے بچے جو اپنے شور وغل سے باز نہ آئیں تو اسے نہایت شفقت کے ساتھ کچھ دیر کے لئے جامع سے باہر بھیج دیں تاکہ خطبہ اور درس قرآن میں خلل پیدا نہ ہو۔

سیرت صحابہؓ پر ہم غور کرتے ہیں تو اُن میں عبداللہ بن عمر کا نام روشن ستارے کی مانند نظر آتا ہے۔ یہ وہ صحابی ہیں۔ جو رسول پاک ﷺ کے بعد مسجد نبوی کے مدرس بنے اور قرآن و حدیث درس ارشاد فرماتے رہے۔ عبداللہ ابن عمر وہ صحابی ہیں جن کا بچپن جامع میں نبی کریمؐ کے ساتھ گزرا۔

انہی کی مانند جو بچے بھی نبی کریم ﷺ کی صحبت میں بیٹھے وہ علم و فضل سے مالا مال ہوئے۔

صوت قلم

ملک بشیر اللہ خان راسخ

نظام دنیا میں لگ بھگ 7 ارب نفوس مختلف اشکال جسمانی بناوٹ، تراش خراش کا اور مختلف قد کاٹھ کا شاہکار ہیں۔جن کا مختلف قسم کی اقوام، رنگ، نسل، زبان، ذات اور مذہب سے تعلق ہے اور ان سب میں ایک خاص افرادی قبیلہ ہر وقت سے موجود ہے اور اس قبیلہ کا نام قلم قبیلہ ہے۔اس کے لوگ دنیا میں ہر جگہ خیمہ زن ہیں۔جن کا غذائی مرکز دل و دماغ ہے۔جن میں اربوں کھربوں خلیات سے روشن روشنیوں کا اک عجب چراغ ہے۔

قلم اور کتاب کا انتہائی گہرا رشتہ ہے، قلم و کتاب زوجین کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔آغوش قلم میں سہرا بندھتا ہے تو دل و دماغ کو آورد کرتا ہے اور آمد و اکتساب کی آمیزش سے سوچ وفکر کی بارات لفظوں کی سواری پر سفر طے کرتی ہوئی شہراوراق کی متوازی شاہراؤں پر سے گزرتی ہے۔قلم کے حسین لبوں سے نکلتے ہوئے حروف کی مدھر دھنوں کے ساتھ یہ بارات جب منزل مقصود پر پہنچتی ہے تو قلم کی زوج یعنی کتاب خوشبوؤں میں رچی بسی مزین لبادہ اوڑھے دید قارئین کے لئے تیار ہو جاتی ہے اور قلم کے سارے اثرات اسی میں پائے جاتے ہیں۔ یہ قلم چل پڑے تو زمانہ ساز ہے۔قلم رو پڑے تو سوز و گداز ہے۔قلم رک جائے تو بے آواز ہے، قلم دلوں کا پوشیدہ راز ہے۔قلم ڈٹ جائے تو جانباز ہے۔قلم بپھر جاوے تو فتنہ ساز ہے، قلم سات سروں کا ساز ہے۔قلم ہنس پڑے تو نغمہ ساز ہے۔قلم نغمہ ماہ وانجم، لکھاری کا آئنہ پرواز ہے۔قلم دلوں کا راز و نیاز ہے۔

اور یہ قلم جب مجدد صد چہاردہم نے اٹھائی تو اپنے سلطانی قلم میں عصائے موسیٰ کی سی طاقت وقوت پائی جو اذن خداوندی سے دشمنانِ دین کے سانپوں کو جو کہ ان کی پوری دلیلیں تھیں کہ یک لخت نگل گیا۔

حضرت مجدد صد چہاردہم کو الہام ہوا کہ:

افصحت من لدن رب کریم

درکلام تو چیز ےاست کہ شعرا را دراں داخلے نیست کلام

ترجمہ: ”تیرے کلام میں ایک چیز ہے جس میں شاعروں کو دخل نہیں۔ تیرا کلام خود خدا کی طرف سے فصیح کیا گیا ہے۔“

آپ فرماتے ہیں:

”میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کے تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے۔جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے۔میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اُردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا۔جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیئے گا وہ ہرگز نہیں مرے گا۔وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہو، تو سمجھو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے

انکار کیا ''جو آسمان پر کھولا گیا۔ زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کرسکتا۔ عزیزو یہی وہ چشمہ رواں ہے کہ جو اس سے پیئے گا وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا''۔

اور ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و خاتم المرسلین کی پیشگوئی **یفیض المال حتی لا یقبلہ احد** (ابن ماجہ) کے مطابق یہی وہ مہدی ہے جس نے حقائق و معارف کے ایسے خزانے لٹائے ہیں کہ انہیں پانے والا کبھی ناداری اور بے کسی کا منہ نہ دیکھے گا۔ یہی وہ روحانی خزائن ہیں جن کی بدولت خدا جیسے قیمتی خزانے پر اطلاع ملتی ہے اور اس کا عرفان نصیب ہوتا ہے۔

ہر قسم کی علمی، اخلاقی، روحانی اور جسمانی شفاء اور ترقی کا زینہ مسیح موعودؑ کی یہی تحریرات ہیں، اس خزانے سے منہ موڑنے والا دین اور دنیا دونوں جہانوں سے محروم اُٹھنے والا قرار پاتا ہے اور خدا کی بارگاہ میں متکبر شمار کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

''جو شخص ہماری کتابوں کو کم از کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اُس میں ایک قسم کا تکبر پایا جاتا ہے''

''وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اس کی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر سے حصہ لیا''

احباب جماعت احمدیہ سے امام زمانہ سلطان القلم فرماتے ہیں:

''سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تم میں تکبر کا نہ ہو''

مسیح موعودؑ کی تحریرات کی اہمیت اور برکت سے ہم محروم ہیں اور یہی وجوہات ہیں کہ ہم سلسلہ سے وابستہ ہو کر بھی سوکھے پتوں کی مانند ہو چکے ہیں جن احباب کو اگر دنیاوی حاجات و تعیشات سے ہی فرصت نہیں وہ کیا پاویں گے۔ اسی طرح دنیا کا خاشاک ہو جاویں گے۔

امام زمانہ کی پُرنور کتب صندل کی مانند خوشبودار ہر سطر جواہرات کی لڑیاں، ہر لفظ، ہر حرف مانند گلاب، نقطہ ہو، زیر زبر ہو، پیش شد ہو کہ مد کونپلوں کی مانند خوبصورت پتیاں۔ کتاب کھولیں تو باغیچہ انور میں داخل معرفت کی ٹھنڈی ہواؤں کا سرور قاری کو خوش آمدید کہتا ہے۔ اک وجد طاری ہو جاتا ہے۔ باغیچہ میں بہتی آبشاروں کا نظارہ سحر طاری کر دیتا ہے۔ کوئی بھی لطف حقیقی پانا چاہتا ہو تو بخدا کتاب کھولیں۔ وقت کبھی کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ اگر غور کریں تو دامن وقت میں بہت کم دقیقے باقی رہ گئے ہیں۔

مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''سب دوستوں کے واسطے ضروری ہے کہ ہماری کتب پڑھیں کیونکہ علم ایک طاقت ہے اور طاقت سے شجاعت پیدا ہوتی ہے۔ دنیا میں ایک نظیر آیا۔ خزانہ لٹایا، لینے والا کوئی نہیں''۔

قوم امروز مقام من نشناسم آپ فرماتے ہیں: اگر خدا نہ چاہتا تو میں نہ آتا۔ بعض دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے پر ساتھ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ میں خدمت سپرد کردہ میں بزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں۔ اسی قدر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر آگے لے آتا ہے۔ میرے پر ایسی کوئی رات کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔ اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اُس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھے نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔

میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔

تو حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات کو اگر علمی معیار پر بھی پرکھا جائے تو یہ انتہائی انمول ہیں۔ آپ کے قلم کی شگفتگی اور روانی بے مثال ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں ہم علمی تشنگی کو پورا کرنے کے لئے دوسری کتابیں پڑھتے ہیں وہاں ترجیح حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو دیں تاکہ مسیح موعودؑ کی صوت قلم ہمارے دلوں کو منور کر سکے۔

قرآن کریم اور موجودہ عالمی بحران

مولانا یعقوب خان مرحوم ومغفور

مسرت وامتنان کا تہوار

آج جو ہم تہوار منار ہے ہیں وہ مسرت وامتنان کا تہوار ہے۔تمام دنیا کے مسلمان اسی طرح اس عظیم تہوار کو منار ہے ہیں۔ہم اس واسطے شادان وفرحاں ہیں کہ خدا کی رضا کے تحت مکمل ایک ماہ کی بھوک اور پیاس کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہوسکے ہیں۔اگر چہ یہ امر خلاف قیاس ہی کیوں نہ معلوم ہولیکن یہ حقیقت ہے کہ ایک مسلمان کی سب سے بڑی مسرت اس امر میں مضمر ہے کہ وہ مادی دنیا کی برکات سے کنارہ کش ہوجائے اور ایک بلند مقصد کی خاطر بخوشی مصائب اور تکلیفات کا مقابلہ کرے حتیٰ کہ اس وقت جب صداقت،فرض یا عزت نفس زندگی کی اعلیٰ ترین تعبیر کے طالب ہوں تو ان کے حصول کے لئے موت کے منہ میں جانے سے دریغ نہ کرے۔

ایک مسلمان کا نصب العین

میں نے قرآن کی جو آیات پڑھی ہیں اُن میں ایک مسلمان کے سامنے بعینہ یہی نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ہمیں تلقین کی گئی ہے کہ لاتموتن الا وانتم مسلمون موت تم پر نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم اللہ تعالیٰ کے کامل فرمانبردار بن جاؤ۔دوسرے الفاظ میں ایک مسلمان کی زندگی کا اعلیٰ ترین نظریہ یہ ہونا چاہیے کہ وہ خدا کی رضا کا جویا ہو اور اس کے تحت عمل پیرا ہو۔یہی وہ نصب العین ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسے زندگی گذارنی چاہیے اور اسی نصب العین کو لئے ہوئے اسے موت سے ہمکنار ہونا چاہیے۔

اسلام کی فوری ترقی واثرات کی توجیہہ

مورخین اسلام کی ترقی اور اُس وقت کی دنیا پر اس کے فوری اثرات کے متعلق اکثر حیرت کا اظہار کرتے ہیں۔یہ فوری اثرات اس طرح رونما ہوئے جیسے ایک سیارہ چشم زدن میں پورے کرۂ فضائی کو منور کردے اور اپنے پیچھے روشنی کی ایک چمکتی ہوئی لکیر چھوڑ دے۔مورخین اس عجیب وغریب صورت حال پر متحیر ہیں اور انہیں اس امر کا اقرار ہے کہ وہ اس صورت حال کی کسی معلوم تاریخی اُصولوں کی بنیاد پر توجیہہ نہیں کرسکتے۔اس کی توجیہہ دراصل اس درخشاں اور روشن مثالیت میں مضمر ہے جس کا شعلہ ان چندافراد کے قلوب میں روشن کیا گیا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر اس نظریہ کے تحت کہ مادی زندگی کو رضائے الٰہی کے تابع رکھنا چاہیے،ان کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے۔

بگڑے ہوئے معاشرہ پر اسلامی اخوت کا اثر

بلندتر وفاداری اور یگانگت کا یہ جذبہ جس نے اس زمانہ کی معمولی قبائلی اور خاندانی وفاداریوں کی جگہ لے لی،ایک ہمہ گیر انقلاب پر منتج ہوا۔ایک ایسے معاشرے پر جس کی بنیاد حصول اقتدار کے لالچ اور غرور ونخوت پر تھی،ایک ایسا سماجی نظام پیدا ہوگیا جس کے تحت ایک فرد کی قدر و قیمت کا معیار صرف خوفِ خدا تھا۔توہم پرستی،قبائلی اندازفکر،غلط رسم ورواج اور سماجی ظلم کا مکمل طور پر خاتمہ ہوگیا۔وہ لوگ جو نسلاً بعد نسل مادی زندگی کی مسرتوں سے لذت اندوز ہونے کی خاطر باہمی مناقشات اور نبردآزمائیوں میں مبتلا تھے اخوت اور بھائی چارے کے جذبوں کے تحت اس طرح یک جان ہوگئے کہ انسانی تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ان آیات میں جن کا میں نے حوالہ دیا ہے قرآن نے اس حالت کو آگ کے ایسے گڑھے سے تشبیہ دی ہے جس کے کنارے پر لوگ کھڑے ہوں۔ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو(جو ایک نئے نظریہ حیات کے تحت خدا نے تم پر کیں)اس نے تم کو ایک آنے والی تباہی

سے بچالیا اور تمہارے دلوں کو ہمدردی اور اخوت کے جذبات سے معمور کر دیا۔

خلیفۃ اللہ کا بلند مقام

ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اخوت کا یہ جذبہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے جو اس وقت میسر آئی جب انسان کی نظریں زندگی کے ادنیٰ اور گھٹیا نظریات سے بلند ہو کر خلیفۃ اللہ کے بلند مقام پر جا لگیں اور زندگی کی اس تعبیر سے اس نے اخلاقی اور روحانی اقدار کو جنم دیا۔ ہمیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اس بلند مقام کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو ضروری ہے کہ اس عظیم نظریہ حیات کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں۔

بقائے عالم کے لئے روحانی معلمین کا بتایا ہوا راستہ

آج اس عظیم دن پر جبکہ ہم ماہ رمضان میں روح اور مادہ کے درمیان کشمکش کی سالانہ جدوجہد منا رہے ہیں ہمیں پھر اس پیغام کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ وہ پیغام ہے جو ہمیں تلقین کرتا ہے کہ خدا کی رضا کو دوسری تمام وفاداریوں پر مقدم رکھیں۔ فی الحقیقت یہی وہ پیغام ہے جو دنیا کے تمام مذہبی پیشواؤں نے دیا۔ ہم اس راستے پر چل کر جو دنیا کے مذہبی اور روحانی معلمین نے پیش کیا ہے، انصاف کے نئے سماجی نظام، امن اور انسانی اخوت کو پا سکتے ہیں جن کا حصول موجودہ دنیا کی بقاء کے لئے لازمی ہے۔

سب سے خطرناک ایٹم بم

زندگی کا اکتسابی فلسفہ جس پر موجودہ مغربی تہذیب، خواہ جمہوری ہو یا اشتراکی، کی بنیاد ہے سوائے لالچ، بے اطمینانی، حسد اور باہمی مناقشات کے اور کچھ پیدا نہیں کر سکتی اور یہ ڈر ہے کہ انسان نے صدیوں کی تگ و دو اور محنت شاقہ کے بعد جو کچھ تعمیر کیا ہے یہ تہذیب اس کو اپنے شعلوں کی لپیٹ میں نہ لے لے۔ سب سے خطرناک ایٹم بم موجودہ انسان کے دل میں پایا جاتا ہے اور جب تک اس جگہ پر ہی اس شیطان کا خاتمہ نہ کر دیا جائے کوئی انسانی عقل یا ترکیب ہمیں آمدہ تباہی سے نہیں بچا سکتی۔ روزہ کا یہ نظام اس امر کی یاددہانی ہے کہ حقیقی مسرت اور امن کا راستہ اسی وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم اپنے دل میں بیٹھے ہوئے سب سے بڑے شیطان پر غلبہ حاصل کر لیں۔

مذہب کے بغیر زندگی تباہی کا سامان ہے

ہمیشہ سے بنی نوع انسان نے زندگی کی اس اعلیٰ تعبیر کو محض ایک من گھڑت افسانہ، توہم پرستی اور بقول اس کے ایک ''نافہم'' ذہن کی بے سود چیخ و پکار سمجھ کر درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ خدا اور خدا کی رضا کے بارے میں تمام گفتگو کو محض ایک لایعنی افسانہ سمجھ کر اس کا مضحکہ اڑایا گیا ہے۔ موجودہ انسان ذہنی طور پر کسی حالت میں بہتر نہیں ہے۔ قدرت کی طاقتوں پر اس کے بے مثال اثر و نفوذ نے یقینی طور پر اس کو غرور و نخوت کا شکار بنا دیا ہے۔ اس کی خود کفالت کے احساس نے اس کو زندگی کی اعلیٰ تر حقیقت سے اس طرح بے بہرہ کر دیا ہے کہ اگرچہ مادی طور پر وہ غیر معمولی ترقی کر چکا ہے لیکن اس کی روحانی آنکھ شدید طور پر اندھی ہو چکی ہے۔ با ایں ہمہ آسمانوں اور زمینوں میں اور بھی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا انسانی عقل احاطہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ خدا نے اپنی بے مثال مشیت کے تحت ہائیڈروجن بم کی شکل میں ایک خوفناک دیو پیدا کر دیا ہے تا کہ انسان کی اس اندھی آنکھ کا آپریشن کر کے اس آنکھ سے وہ پردہ ہٹا دیا جائے جو اس کی بینائی میں حارج ہے۔ عظیم تباہی کے اس نئے ہتھیار کے خوفناک وجود کا احساس ہوتا جا رہا ہے اور ہر جگہ مفکرین ہنوز اس دھندلی سی حقیقت کا احساس کر رہے ہیں کہ زمانہ قدیم میں پیغمبر اور مذہبی راہنما عوام کو جس چیز کی دعوت دیتے تھے وہ ایک لایعنی گفتگو نہ تھی اور یہ کہ مذہب کے بغیر زندگی صرف اس تباہی پر منتج ہو سکتی ہے جس کی انہیں اس مادی زندگی میں ہی تنبیہ کی گئی تھی۔

مادی فلسفہ حیات کے تلخ ثمرات

یہی وہ چوراستہ ہے جس پر آج انسانیت کھڑی ہے۔ اس کی بقا روح کی زندگی اور حاکمیت میں مضمر ہے ورنہ یہ تباہ ہو جائے گی۔ بالآخر زندگی کے یہی بنیادی تصورات قوموں اور تہذیبوں کی قسمتوں کی تعیین و تشکیل میں مدد و معاون

ہوتے ہیں۔ آسمانی صحیفوں میں انہی بنیادی تصورات کا بڑی خوبی سے ان اچھے اور برے درختوں سے مقابلہ کیا گیا ہے جن کی بنیادی قدر و قیمت اس وقت ہوتی ہے جب وہ پھلدار ہوں۔ ان صحیفوں میں انسان کو شجر ممنوعہ کا پھل کھانے سے جو باز رکھا گیا ہے تو اس کا بھی ایک خاص مقصد ہے۔ ہم پہلے ہی دیکھتے ہیں کہ مادی فلسفہ حیات نے جو گذشتہ صدی کے دوران میں انسانی دماغ پر غالب رہا ہے، کیسا تلخ پھل پیدا کیا ہے۔ میں ذاتی طور پر مغربی سائنس اور ان کے پیدا کردہ کرشموں کا بہت بڑا مداح ہوں لیکن یہ دعوے کرنے کے لئے جرات چاہیے کہ ہمیں آرام و آسائش کے سامان مہیا کرنے سے قطع نظر ان سائنسوں نے ہمیں ذہنی سکون بخشنے کے لئے کوئی مادی انقلاب برپا کیا ہے۔ اس سے قبل انسان ذہنی ارتعاش، بے اطمینانی، خودکشی، تباہ شدہ گھر، کبرسنی اور حکومت کی عزت کا فقدان، لاوارث بچے اور تنہا بوڑھے والدین، بین الاقوامی محاذ پر ہم حصول اقتدار کی دوڑ میں بڑھی ہوئی کشیدگی پاتے ہیں اور یہ عوامل ہماری توجہ اس سوال کی طرف منعطف کراتے ہیں کہ آیا موجودہ کمالات اس عظیم تباہی کی موت کا پیش خیمہ تو نہیں!

تسکین روح الہامی مذاہب میں

البتہ صرف ایک حوصلہ افزا خصوصیت یہ ضرور پائی جاتی ہے کہ دنیا میں اس حقیقت کو سمجھنے کی روز افزوں کوشش کی جارہی ہے کہ جب تک ہم زندگی کی روحانی بنیادوں کو دوبارہ نہیں پالیتے ہماری عمارت کی بنیاد صرف ریت پر ہوگی اور یہ عمارت بہت جلد دھڑام سے نیچے آگرے گی۔ پہلی دفعہ زندگی میں روحانی تسکین کے مسئلہ پر کچھ سوچ بچار کی جارہی ہے البتہ اس امر کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دی گئی کہ مذہب کی حقیقی روشنی کے لئے ہمیں لازمی طور پر ان الہامی مذاہب کی طرف رجوع کرنا ہوگا جو ہمیں خدا کے وجود کی یقینی اور ناقابل تردید طور پر نشان دہی کرتے ہیں۔ مذہب کوئی جنس نہیں جسے ہم اپنے طور پر ترتیب دے لیں اور نہ ہی فلسفیانہ نظریات خواہ ان کا تانا بانا کتنا ہی منطقیانہ کیوں نہ ہو، شبہات کے تاریک بادلوں میں سے نکال کر ہمیں مذہب کی چمکتی ہوئی روشنی میں لا سکتے ہیں۔ انسانی عقل بذات خود ہمیں روح کی مملکت کے بعید کناروں تک لے جا سکتی ہے لیکن اس کی بلند ترین پرواز وہاں آکر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد روح کی آنکھ ہی مادیت کے پردے کو چیر کر آگے بڑھنے کی قوت رکھتی ہے اور ایک نئی روحانی مملکت کو دیکھ سکتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں الہام کی کارفرمائی شروع ہوتی ہے۔

اسلام۔۔۔۔مذاہب عالم کا جدید ترین نمونہ

ان بنیادی انسانی ضروریات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خدا تعالیٰ ہمیشہ سے دنیا میں پیغمبروں کو بھیجتا رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جو عظیم روحانی شخصیات ہیں، اس کی صرف چند مثالیں ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طویل سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ وہ صداقت (یعنی قرآن حکیم) جو آپ لائے اس نے نہ صرف گذشتہ حقائق کو محفوظ رکھا اور ان کا احاطہ کیا بلکہ ان صداقتوں کو زمانہ کے تقاضوں کے مطابق بھی ڈھالا تاکہ وہ ہر دم بدلتے ہوئے سماجی حالات کے مقتضیات سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ اس لحاظ سے اسلام کو یقینی طور پر یہودیت، عیسائیت اور دوسرے الہامی مذاہب کا جدید ایڈیشن کہہ سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اسلام مذاہب عالم کا جدید ترین نمونہ ہے۔ (جاری ہے) (3 جولائی 1957ء)

مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش

احباب و خواتین جماعت سے درخواست ہے کہ موجودہ حالات و مسائل کے پیش نظر مضامین لکھ کر ارسال فرمائیں۔ یہ آپ کا اخبار ہے۔ اسے زیادہ سے زیادہ متنوع بنانے کے لئے تعاون کی ضرورت ہے۔

پیغام صلح کے معیار کو بلند رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ لیکن آپ کے تعاون کے بغیر اس کے معیار کو مزید بلند کرنا ممکن نہیں۔ اپنے قیمتی مضامین ایڈیٹر پیغام صلح کے نام ارسال فرمائیں۔

ایڈیٹر پیغام صلح

خدمت دین کا کام

محمد صالح نور مرحوم و مغفور

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہ دنیا کبھی نیکی اور راستبازی کی طرف دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہی اور مشیت ایزدی اور منشاء الٰہی کے تحت ہر اس دور میں جب ہمارا معاشرہ برائیوں اور بدیوں سے لبریز ہو جاتا رہا ہو، ضرور ایسے لوگوں کو پیدا کیا جاتا ہے جو اہل دنیا کو سیدھے راستہ کی طرف قدم زن ہونے کی دعوت دیتے چلے آئے ہیں۔ قرآن مجید نے اس سنت خداوندی کو بہت وضاحت کے ساتھ ہر دور کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے کہ جب بھی شیطانی قوتیں ابھر کر اس امر کے لئے کوشاں ہو جاتی رہی ہیں کہ حق وصداقت کی مشعل کو بجھا دیا جائے تب ہی خدا نے اپنی رحمت اور فضل سے ایسے لوگوں کو مستعد و متحرک کیا جو بظاہر بہت کم تعداد میں اور دنیاوی سامان سے محروم نظر آتے ہیں مگر نصرت خداوندی کی وجہ سے صلہ ہمیشہ انہیں کو ملتا رہا ہے۔

اس امر کی بہت واضح مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کے دور میں نظر آتی ہے جب معاشرہ پوری طرح مادیت کی دلدل میں دھنس چکا تھا اور روحانیت کا نشان برائے نام رہ گیا تھا۔ ایسے حالات میں جب دنیا کی ہر برائی اہل عرب کی رگ رگ میں پوری طرح سرائیت کر چکی تھی اور کوئی ایسا عیب نہ تھا جو ان کے ظاہر و باطن کا حصہ نہ بن گیا ہو اور کوئی دنیاوی برائی ایسی نہ تھی جس پر عمل کر کے اہل عرب فخر نہ کرتے ہوں اور ان کی بیشتر آبادی نے عقل سے کام لینا چھوڑ دیا تھا تبھی تو وہ ہر قسم کے نجس میں گرفتار تھے اور عقل سے کام نہ لینے والی قوم کا یہی حال ہوتا ہے جسے قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

''اور کسی شخص کو توفیق نہیں ملتی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایمان کی نعمت حاصل کر سکے اور اللہ تعالیٰ گندگی اور پلیدی کو انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے۔'' (سورۃ یونس آیت ۱۰۰)

اس گندگی اور پلیدی کو دور کرنے کے لئے جب خدا تعالیٰ کی رحمت جوش مارتی ہے تو وہ ایسے لوگوں کو چن لیتی ہے جو گو اہل دنیا کو نظر میں کم تر اور کمزور نظر آتے ہیں مگر خدا کے ہاں ان کی قبولیت مسلم ہوتی ہے کہ ان کے اعمال پسندیدہ اور ان کی اغراض بے لوث ہوتی ہیں۔ یہ لوگ جب اہل دنیا کو نیکی کی تعلیم دیتے ہیں تو اُن کا مقصد محض اعلائے کلمۃ اللہ اور صراط مستقیم کی نشاندہی ہوتی ہے۔ کوئی دنیاوی غرض اور منفعت اس سے مراد نہیں ہوتی کہ ان کا مقصد وحید لوگوں کو شیطان کی راہوں سے ہٹا کر رحمان کی راہوں پر چلانا ہوتا ہے اور اس میں عامۃ الناس کی بہبودی کا راز پنہاں ہوتا ہے۔ گو دعوت الی الخیر کا کام تمام افراد پر فرض کیا جاتا ہے تاہم تمام کے تمام اس عظیم الشان کام کے لئے اپنے آپ کو وقف نہیں کر سکتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے چند درد مند دل رکھنے والوں اور ہمت واستقلال اور ایثار قربانی سے کام لینے والوں کو اس عظیم کام کے لئے آگے آنے کی طرف دعوت دی ہے کہ وہ صرف اسی غرض کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر دیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

''اور مومنوں کو یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ سب کے سب نکل پڑیں بلکہ ایسا ہو کہ ان کی ہر ایک شاخ سے ایک گروہ نکلے تا کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور اپنی قوم کو ڈرانے کا فرض بجا لائیں تا کہ جب وہ ان کی طرف لوٹ کر جائیں تو وہ بھی بچیں۔'' (سورۃ التوبہ آیت ۱۲۲)

اس گروہ کے ذمہ جو خدمت دین کا کام انجام دے، بہت عظیم فرائض سپرد کئے گئے ہیں۔ اول تو دعوت الی الخیر فی نفسہ ایک بہت عظیم کام ہے اور جب انسان خدا تعالیٰ کے احکامات کی طرف دعوت دیتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں اس لحاظ سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ اس کا عمل بھی اس تعلیم کے مطابق ہونا چاہیے

جو تعلیم وہ دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اگر کہیں بھی قول و فعل میں تضاد پیدا ہو تو وہ اچھے ثمرات پیدا نہیں کر سکتا اور یقیناً ایسے لوگ اپنے اقوال میں وہ تاثیر نہیں رکھتے جو ان لوگوں کو حاصل ہے جن کے قول و فعل ایک جیسے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی الخیر کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے ان لوگوں کو جو یہ جوا اپنی گردن پر لیتے ہیں، فلاح کی بشارت بھی دی ہے۔

جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

''اور چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف دعوت دے اور اچھے کاموں کا حکم دے اور بُرے کاموں سے روکیں اور یہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔'' (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴)

خدا کے فرمودہ کے عین مطابق ساری کی ساری جماعت اس کام کے لئے اپنے اوقات کی قربانی نہیں دے سکتی۔ ضرورت ہے کہ جماعت کے دردمند نوجوان آگے آئیں اور مرکز میں آکر علم دین سے واقفیت حاصل کریں۔

آج دنیا کی نجات اور فلاح و بہبود کا راز صرف اور صرف قرآن کریم کے چشمہ صافی میں مضمر ہے۔ کوئی چیز آج انسانیت کو مصائب و آلام سے نجات نہیں دے سکتی مگر قرآن کریم اور کوئی چیز اس وقت مادیت کی دلدل سے نکال کر روحانیت کے اعلیٰ مدارج تک کسی کو نہیں لے جا سکتی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور سنت مبارکہ۔ یہ مفت کا ثواب ہے لیکن خدا تعالیٰ کی مرضی تو بہرحال پوری ہوتی ہے۔ بقول حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کہ:

''بمفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی دانہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا''

موجودہ حالات میں اس راہ کی مشکلات پر نظر جانا لازمی امر ہے۔ سو یاد رکھیں کہ حق و صداقت کا نام لینے والوں کے ساتھ ازل سے یہی ہوتا آیا ہے بظاہر نظر میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والوں کے لئے ایسے ہی حالات ہوتے ہیں۔ مگر جب انسان خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اور محض اس کے مقاصد کو پورا کرنے کے لئے میدان میں آجاتا ہے تو اس میں غیرت خداوندی شامل ہو کر نصرت فرماتی ہے اور یہ کام ہمیشہ سے وہی لوگ سرانجام دیتے چلے آئے ہیں جو بادی النظر میں قلیل اور کمزور نظر آتے ہیں۔ مگر جب خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے تو یہی حقیر کوششیں مثمر ثمرات حسنہ ہو کر سامنے آتی ہیں۔ ایسے ہی کمزور اور قلیل گروہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''ان لوگوں نے کہا جو یقین رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے والے ہیں کہ بسا اوقات چھوٹا گروہ محض اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی نصرت سے بڑے گروہ پر غالب آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''

(سورۃ البقرہ آیت ۲۴۹)

اللہ تعالیٰ کی اس یقین دہانی کے بعد آیئے ہم عزم کریں کہ ہم خدمت دین کے لئے اپنا تن من دھن قربان کرنے سے کبھی دریغ نہیں کریں گے۔ جب یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے تو وہ یقیناً ہمارا حافظ و ناصر ہوگا اور ہماری استعانت فرمائے گا کہ ہم محض اس کے نام کو اور کام کو کرنے کے لئے اس راہ پر چلے ہیں اور خدا تعالیٰ کی رضا کی راہوں پر چلنے والے کبھی ناکام نہیں ہوتے۔

خدمت دین کی اہمیت کا ذکر کرنے کے بعد اور نصرت خداوندی کے ہر حالت میں ساتھ دینے کے تذکرہ کے بعد جماعت کے احباب سے یہ گزارش کرنا مقصود ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو خدمت دین کے لئے آگے لائیں اور تعلیم و تربیت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے آداب سے آشنائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔ ہمارا کام کوشش کرنا ہے، برکت ڈالنا اللہ تعالیٰ کی رضا پر منحصر ہے۔

حضرت مرزا صاحب اس غرض کے لئے بلاتے ہیں، ارشاد فرماتے ہیں:

''بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضہ ملت شود پیدا''

(یکم جون 1989ء)

☆☆☆☆☆

کیا جامع میں بچوں کا آنا ضروری ہے؟

قاری ارشد محمود

جامع میں جیسے ہی داخل ہوں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس بچے گلشن کے اندر تتلیوں کی مانند نظر آتے ہیں۔ جنہیں دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور ان کا دوڑ کر آکر السلام وعلیکم کہنا محبت اور شفقت سے ان کی پیشانی پر بوسہ دینا یا ان کے سر پر دستِ شفقت رکھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان کو دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے اور بہت سارے لوگ ان کے اس جذبے کو سراہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو جماعت کے لیے مفید بنائے اور بلند مقام دے اور یہ دین اور دنیا کے لئے بہتر ثابت ہوں۔ ان کا جامع میں آنے کا شوق دیکھا کر یقین ہوتا ہے کہ ہمارا مستقبل روشن ہے۔ وہیں پر ان کی چھوٹی چھوٹی شرارتوں اور نادانی میں دوڑنے بھاگنے کی وجہ سے بسا اوقات نمازی حضرات تکلیف محسوس کرتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں کہ کیا جامع میں بچوں کا آنا ضروری ہے؟ ایسے ہی بچوں کے ساتھ ساتھ چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی نماز کے لئے مردوں کے احاطہ میں آجاتی ہیں اس میں بھی بعض احباب یہ رائے قائم کرتے ہیں کہ یہ مناسب نہیں۔

اب ان دوطرفہ حالات کو مدِنظر رکھتے ہوئے ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر غور وخوض کرتے ہیں کہ آیا اُن کے دور میں جامع کے اندر بچے آیا کرتے ہیں اور ان کے ساتھ آپ ؐ کا حسن سلوک کیا تھا؟ تو ہمیں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ بچوں کو جامع میں لایا جاسکتا ہے تاکہ بچے جامع سے مانوس ہو جائیں اور بلوغت کو پہنچتے پہنچتے اس کے عادی ہو جائیں اور انہیں پتہ ہو کہ نماز جامع میں ہی ادا کرنی چاہیے اور اس کے ساتھ وہ جامع کے آداب سے بھی آشنا ہو جائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی بچے جامع میں آیا کرتے تھے۔ بخاری شریف کی حدیث نمبر 707 جو کہ ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ میں اس کو طویل کروں مگر میں بچے کا رونا سنتا ہوں تو اسے مختصر کر دیتا ہوں اس چیز کو ناپسند کرتے ہوئے کہ میں اس کی ماں کو مشقت میں ڈال دُوں۔ تو قارئین آپؐ کے اس فرمانِ مبارک ؐ کی روشنی میں بچوں کے جامع میں آنے کی اہمیت کو دیکھ کر زبان سے بے ساختہ پیارے نبیؐ کے لئے دورد جاری ہو جاتا ہے کہ وہ بچوں کی خاطر اپنی نماز کو مختصر کر رہے ہیں مگر بچوں کو جامع میں آنے سے نہیں روکا۔ بچوں کے رونے کی وجہ سے اپنی محبوب ترین عبادت نماز کو تو مختصر کر دیا مگر بچوں کو جامع میں آنے سے منع نہیں کیا۔ اس موضوع پر آپ کی بہت ساری احادیث مبارکہ موجود ہیں جن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کے بچوں کے مسجد میں آنے کو نبی کریم پسند فرماتے تھے۔ اب مقامِ غور یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے جامع میں آنے کو اس قدر محبوب جانتے اور اتنا پسند فرماتے اور اُن کے رونے پر آپ کا دل دکھتا اور آپ نماز کو مختصر کر دیتے تاکہ بچے کی ماں کو بچے کے رونے کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچے۔

بچوں کا نماز کے اندر کندھوں پر سوار ہونا اور ان کا نماز کے اندر نمازیوں کے آگے پیچھے ہونے سے بہت سارے نمازی ناراض ہو جاتے ہیں اور بچوں کو جامع میں لانے کو اچھا نہیں جانتے جب کہ ہمیں ناراض نہیں ہونا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ جو کہ ابوقتادہؓ سے روایت ہے اور یہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر 543 بھی ہے اور یہی حدیث ابوداؤد میں 920 نمبر پر بھی واقع ہے۔ ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لائے۔ امامہ بنت ابی العاص آپ کے کندھے پر تھیں جب آپ رکوع فرماتے تو اس کے نیچے بٹھا دیتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو بچی کو اٹھا لیتے اب آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

(بقیہ صفحہ نمبر 16)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

غیر المغضوب علیھم کا فقرہ مسلمانوں کے ایک گروہ کی اس حالت کا پتہ دیتا ہے جو وہ مسیح موعود کے مقابل مخالفت اختیار کرے گا اور ایسا ہی الضالین سے مسیح موعود کے زمانہ کا پتہ لگتا ہے کہ اُس وقت صلیبی فتنہ کا زور اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ جائے گا۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے جو سلسلہ قائم کیا جائے گا۔ وہ مسیح موعود ہی کا سلسلہ ہوگا۔ اور اسی لئے احادیث میں مسیح موعود کا نام خدا تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کاسر الصلیب رکھا ہے کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ ہر ایک مجدد فتن موجودہ کی اصلاح کے لئے آتا ہے۔ اب اس وقت خدا کے لئے سوچو تو کیا معلوم نہ ہوگا کہ صلیبی نجات کی تائید میں قلم اور زبان سے وہ کام لیا گیا ہے کہ اگر صفحات عالم کو ٹٹولا جائے تو باطل پرستی کی تائید میں یہ سرگرمی اور زمانہ میں ثابت نہ ہوگی اور جبکہ صلیبی فتنہ کے حامیوں کی تحریریں اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچ چکی ہیں اور توحید حقیقی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت، عزت اور حقانیت اور کتاب اللہ کے منجانب اللہ ہونے پر ظلم اور زور کی راہ سے حملے کئے گئے ہیں تو کیا خدا تعالیٰ کی غیرت کا تقاضا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کاسر الصلیب کو نازل کرے؟؟ کیا خدا تعالیٰ اپنے وعدہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون** کو بھول گیا؟ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کے وعدے سچے ہیں اس نے اپنے وعدہ کے موافق دنیا میں ایک نذیر بھیجا ہے۔ دنیا نے اسے قبول نہ کیا مگر خدا تعالیٰ اس کو ضرور قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کرے گا۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میں خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ چاہو تو قبول کرو چاہو تو رد کرو۔ مگر تمہارے رد کرنے سے کچھ نہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ نے جو ارادہ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا (انتخاب از پیغام صلح 1957ء)